تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

احسان ۱۳۶۲ ہش

جون ۱۹۸۳ء

ایڈیٹر ـــــــ غلام باری سیف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ

مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

شعبان ۱۴۰۳ ہجری

احسان ۱۳۶۲ ہش

جون ۱۹۸۳ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیرانِ اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت ۔ مبارک احمد صاحب ساقی لنڈن

کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

شرح چندہ ماہنامہ "انصار اللہ"

پاکستان		پندرہ روپے ۱۵/- سالانہ
امریکہ۔ کینیڈا جزائر فجی	بذریعہ ہوائی ڈاک	ایک سو پچاس ۱۵۰/- ″ ″
	″ بحری ڈاک	اسی ۸۰/- ″ ″
دیگر ممالک	بذریعہ ہوائی ڈاک	ایک سو ۱۰۰/- ″ ″
	″ بحری ڈاک	ساٹھ ۶۰/- ″ ″

فہرست مضامین

پبلشر :- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر :- سیّد عبد الحیٔ

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

کتابت :- محمد رفیق احمد ربوہ

قیمت فی پرچہ :- ڈیڑھ روپیہ ۱/۵۰

جلد ۲۴ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۶

احسان ۱۳۶۲ ہش

تم صبر کرو وقت آنے دو

الٰہی جماعتیں کبھی پھولوں کی سیج پر چل کر اپنی منزل پر نہیں پہنچا کرتیں۔ ان کا راستہ خارزار اور خطرات سے پُر ہوتا ہے۔ اُن کی راہ میں ہزاروں بلائیں مُنہ کھولے کھڑی ہوتی ہیں۔ مصائب کے بادلوں کی گرج اور کڑک سے اُن کے دل دہل جاتے ہیں خطرات کی آندھیاں، آلام کے بگولے اُن کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ کبھی اُن کے بام و در کو جلا کر دیوالی منائی جاتی ہے تو کبھی اُن کے خون سے ہولی کھیلی جاتی ہے۔ کبھی بائیکاٹ سے اُن کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے تو کبھی دھمکیوں سے انہیں راہ سے باز رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

لیکن

اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ جب خبّابؓ کی پشت کے چمڑے کو کوئلوں پر بھونا جاتا تھا۔ تو راہِ حق کے اس فدائی کے ایمان میں لغزش پیدا نہ ہوئی۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہُوا جیسے بچہ خطرہ کے وقت ماں کی آغوش کی طرف لپکتا ہے۔ راہِ حق کے فدائی خبّابؓ ماں سے زیادہ محبت رکھنے والے آقا سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں خانہ کعبہ کے سایہ میں حاضر ہوئے اور یہی کہا یا رسول اللہ آپ ہمارے لئے خدا سے دُعا کیوں نہیں کرتے۔ آپ ہمارے لئے خدا سے مدد کیوں نہیں مانگتے۔ اور اس خواجہؐ کونین نے خباب کو فرمایا۔ تم سے پہلی امّتوں میں مخلصین کے گوشت لوہے کی کنگھیوں سے نوچے گئے۔ آروں سے چیر کر دو نیم کر دیا گیا۔ پھر بھی یہ مظالم اُن کو اُن کے دین سے پھیر نہ سکے۔

اور یہ فرما کر آقائے مدنی فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ ماریں کھانے والو صبر کرو۔ آج کے مظلومو! ایک دن آئے گا۔ اللہ ان تمام مظالم کا خاتمہ کر دے گا۔ اللہ تمہارے ذریعہ ایسی پُر امن اور مستحکم حکومت قائم کرے گا کہ عرب کے ایک کونے سے عورت ہاتھوں پر سونا اچھالتی جائے گی اور کوئی اس سے تعرض نہیں کرے گا۔ اور خدا کی مشیّت پُوری ہو گی۔

محدثین نے احادیث میں باب باندھے ہیں کہ صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو مکّہ میں کیا اذیتیں پہنچائی گئیں۔

بلالؓ کا آقا امیّہ جب آپ پر ظلم توڑتا تو اپنے بیگانوں کو بھی اس پر ترس آتا۔ ورقہ بن نوفل نے ہی تو کہا تھا۔ بلالؓ خدا کی قسم تو ایک نشان بنے گا۔

اور جب غریب یاسرؓ، عمّارؓ۔ اور عمّار کی والدہ سمیّہؓ سارے گھرانے کو مکّہ میں زد و کوب کیا جاتا۔ ظالموں نے سمیّہؓ کو شہید کردیا اور یاسر اور عمّار پر وار کرکے اپنے بغض وانتقام کو ٹھنڈا کرتے تو کاشانۂ نبوّت سے یہی صدا اُن کو سُنائی دی تھی صبرًا یاآل یاسر موعدکم الجنّة۔ اے خاندانِ یاسر صبر کرنا۔ میں تم سے جنّت، خدا کی رضا اور اُس کی محبّت اور قُرب کا وعدہ کرتا ہوں۔ بجا فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

کہ اللہ سے مومنوں نے ایک سودا کیا ہے۔ انہوں نے خدا کی جنّت لی۔ اور اپنے اموال اور جان کا نذرانہ پیش کرکے یہ متاعِ بے بہا لی۔ کتنا سستا اور اعلیٰ ہے یہ سودا۔ مبارک وہ جسے اس سودے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

ظلم کی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا۔ مذہب تو ابدی صداقت ہے۔ مذہب تو محبّت، امن اور سلامتی کا پیغام ہے۔ تشدّد کی راہ اختیار کرنے والے اپنے مذہب کو بدنام کرتے ہیں۔ وہ جہالت کی وجہ سے یہ راہ اختیار کرتے ہیں۔ اس بدرسم کا علاج اُن لوگوں کے لئے دُعا ہے کہ خُدا اُن کی آنکھیں کھولے۔ وہ مذہب کے حقیقی مفہوم سے آشنا ہو جائیں۔ اُن کے تشدّد کا جواب نرمی۔ گالی کا جواب میٹھی زبان ہے۔ وہی راہ درست ہے جو ہمارے آقا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دکھائی۔

تیرہ سن نبوی میں جب مکّہ کی ایک گھاٹی میں جمع ہونے والے بہتّر جان نثاروں نے کہا تھا یا رسول اللہ ہم عرب ہیں۔ تلواروں کے سایہ تلے پل کر جوان ہوئے ہیں اجازت دیجئے۔ ہم ابھی مکّہ والوں کو سبق سکھا دیتے ہیں تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا لَمْ اُؤْمَرْ بالحرب مجھے لڑائی کی اجازت نہیں۔ اِنَّمَا اُمِرْتُ بالصبر کے بھی الفاظ آتے ہیں کہ مجھے صبر کی تلقین ہے۔

اور یہ صبر خدا کی مدد کے حصول کے لئے۔ دین اور کردار کی تعمیر کے لئے بے حد ضروری ہے۔ یہ کوئی کمزوری نہیں۔ بُزدل شخص خون نہیں دے سکتا۔ بُزدل موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا نہیں سکتا۔ صاحبِ ایمان کے ایمان کا چراغ بادِ صرصر کے جھونکوں میں بھی جلتا رہتا ہے۔ وہ اپنے خون کے تیل سے اس کی لَو کو بلند رکھتا ہے۔

یہ راہ ہے جس پر ہمیں چلنا ہے۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ میں جماعت کو نصیحت کی فرمایا :

"ہماری جماعت پر جتنی بھی بڑی آزمائش آئے۔ ہم صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے۔ یہ واقعات ہماری تقدیر میں لکھے ہوئے ہیں۔ مگر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے سکھائے ہوئے صبر کے مسلک پر قائم رہیں گے۔"

حضور نے مزید فرمایا :-

میں اپنی جماعت کو صبر کی تلقین کرتا اور یقین دلاتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے مُنہ کی باتیں لازمًا پوری ہونگی۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے صبر کا جو راستہ ہمیں دکھایا ہے۔ اس پر عمل کریں۔ توکّل کریں۔ دُعا کریں۔ اللہ

کے وعدے ضرور پورے ہوں گے۔ انشاء اللہ۔ (الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۸۳ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۳۵ء میں جماعت کو فرمایا تھا :-

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو ؛ یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو
یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے ؛ اس راہ میں جان کی کیا پرواہ جاتی ہے اگر تو جانے دو
تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطرات محبت ٹپکیں گے ؛ بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو

وہ شان سلامت رہتی ہے

زندگی آنی جانی ہے۔ انسانی زندگی مستعار ہے۔ ایک نہ ایک دن ہمیں یہ دنیا چھوڑنی ہے۔ موت سے کوئی مفر نہیں۔ اور اس کا وقت مقرر ہے۔ خواہ ہم پختہ برجوں میں ہوں۔ موت کے وقت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ کئی انسان اس دنیا سے طبعی موت گزار کر بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر رخصت ہوتے ہیں۔ اور کئی حادثات کی نذر ہو جاتے ہیں۔ کبھی موت حسرت کا موجب ہوتی ہے تو کبھی یہ فخر کا موجب۔ زندگی تو ایک امتحان ہے یہ ایک صحرا ہے جسے عبور کرنا ہی ہے۔ کوئی خوش نصیب اس پل صراط پر سے آنکھ جھپکنے میں گزر جاتا ہے۔ وہ اس لق و دق صحرا کو ایک جست سے عبور کر جاتا ہے۔ جیسا کہ صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے بارہ میں مامور زمانہ نے فرمایا :-

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم ؛ ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

کہ اُس شیخ عجم کی شوخی تو دیکھو۔ اس قرب کے بیابان کو ایک جست سے پار کر گیا۔ شہید اپنے خون سے اپنے صدق و وفا پر مہر ثبت کرتا ہے۔ وہ جان کا نذرانہ دے کر وادئ عشق میں انمٹ نقوش چھوڑ جاتا ہے۔ وہ اس راہ گذر کے مسافروں کے لئے مشعل فروزاں کر جاتا ہے جس سے یہ راہ روشن و تابندہ رہتا ہے۔ اس منصب اور مقام کی عظمت کا اندازہ اس حدیث سے کیجئے کہ سرور کونین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں خدا کی راہ میں شہید کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر میں زندہ کیا جاؤں۔ پھر خدا کی راہ میں مارا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر اس کی راہ میں شہید کیا جاؤں۔" (بخاری کتاب الجہاد باب الشہادۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جو خدا کی راہ میں زخمی ہوتا ہے۔ خدا جانتا ہے وہ کس سبب سے زخمی ہوا۔ وہ قیامت کے دن خدا کے سامنے ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے سرخ خون بہہ رہا ہوگا لیکن خوشبو

اُس کی کستوری کی مانند مہک رہی ہوگی۔" (بخاری کتاب الجہاد باب من یجرح فی سبیل اللہ)
یہ مرتبہ کتنا بلند ہے کہ خدا کی تلوار خالدؓ بن ولید نے بسترِ مرگ پر اپنا ایک ایک حصّہ جسم دکھا کر کہا دیکھو ہر جگہ زخم کھائے۔ لیکن ہائے افسوس آج بسترِ مرگ پر خالد جان دے رہا ہے۔ یہ الفاظ حمص میں اُن کے مقبرہ کے باہر ایک پتّھر کے مینار پر لکھ دیئے گئے ہیں۔
اور پھر اُس شہید کی کیا شان کہ سعدؓ بن ربیع انصاری کی طرح جان دیتے وقت اُحد کے میدان سے اپنی قوم کو یہ پیغام دیتے ہیں
"میرا آخری وقت ہے۔ میری قوم سے کہہ دینا۔ اے میری قوم جب تک ہم زندہ رہے۔ ہم نے اپنی جانیں دے کر اس امانت کی حفاظت کی۔ اَب یہ امانت تمہارے ہاتھوں میں دے کر جا رہا ہوں۔ اگر یہ امانت تمہارے جیتے جی ضائع ہوگئی۔ تو قیامت کے دن خدا تمہارا کوئی جواب نہ سُنے گا۔"
آج بھی اُحد کی وادی میں یہ صدا ہر مسلمان کو سنائی دیتی ہے۔ اسی لئے تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے تھے جَبَلُ اُحُدٍ یحبّنا ونُحبّہ۔ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے۔ اس لئے کہ یہاں صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے عشق و وفا کے انمول موتی بکھیرے تھے۔
زندہ باد ماسٹر عبدالحکیم ابڑو! جب تیرا جسم کلہاڑیوں کے تیس کے قریب زخم کھا چکا تھا۔ تو خون میں نہا چکا۔ تُو نے یہ پیغام اپنے فرزند کو دیا کہ :۔
"مَیں تو اَب بچ نہیں سکوں گا۔ مگر یہ یاد رکھو کہ احمدیّت بالکل سچّی اور برحق ہے۔ اور تم اپنا وقف ہرگز نہ توڑنا۔"
(الفضل ۲۵ر مارچ ۱۹۸۳ء ص۸)
واضح ہو کہ اُن کا بیٹا واقف زندگی ہے اور جامعہ احمدیّہ کے آخری سال کا طالب علم۔
احمدیّت کی تاریخ اور احمدیت کے سپوت آپ کی شانِ قربانی کو کیسے بُھلا سکتے ہیں۔ بہت خوب کہا کسی نے ؎

جس ڈھب سے کوئی مقتل کو گیا وہ شان سلامت رہتی ہے۔
اس جان کی کوئی بات نہیں یہ جان تو آنی جانی ہے

خلیفہ وقت نے اِن الفاظ سے شہید کو خراجِ تحسین ادا کیا :۔
"وہ صبر اور ثابت قدمی سے احمدیّت پر قائم رہے حتّٰی کہ اُن کو کلہاڑیوں کے پے در پے وار کر کے ختم کر دیا گیا۔ وفات کے بعد ان کے جسم پر کلہاڑیوں کے اٹھائیس زخم پائے گئے۔"
حبّذا! ماسٹر عبدالحکیم صاحب! شہداء احمدیّت میں آپ نے ایک اور نام کا اضافہ کر دیا۔ اللّٰھمّ اشھد۔

آرہی ہے نسیم رحمت کی

برکتوں والے مہینہ کی آمد آمد ہے۔ وہ مقدس ماہ جس میں قرآن کے نزول کی ابتداء ہوئی۔ وہ شہر جو اپنے جلو میں لیلۃ القدر کو لئے

ہوئے ہے آرہا ہے۔ وہ مقدس ایّام جن میں راتیں جاگتی ہیں۔ وہ مبارک لمحات جن میں فضا ذکرِ الٰہی سے معمور ہوتی ہے۔ وہ ایّام جن میں شیطان کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے جب ملائکہ آواز دیتے ہیں۔

یا باغی الخیر اقبل اے نیکی کے خواہاں قدم بڑھا۔ قبولیت کا دَر وَا ہؤا ہے۔ اور بدیوں کے طالب کو کہتے ہیں یا باغی الشرّ اقصر اے بُرائی کے طالب، روک قدم۔ روک اُن کو۔ یہ دِن نیکی کمانے کے ہیں۔ بدی کرنے کے نہیں۔

حدیث میں آتا ہے۔ بدقسمت ہے وہ شخص جس کی زندگی میں رمضان آیا اور اُس نے اپنے گناہ نہ بخشوائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب رات کا تیسرا حصّہ گذر جاتا ہے تو خدا نچلے آسمان پر اُتر آتا ہے۔ مراد یہ کہ وہ انسان کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے مَنِ الَّذی یَستغفرنی مَنِ الّذی یدعونی۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش مانگتا ہے۔ کون مجھ سے دُعا کرتا ہے میں اُسے بخش دُوں۔ میں اُس کی دُعا قبول کروں۔

یہ ایّام قبولیّت دُعا کے ہیں۔ یہ گناہوں سے پاک ہونے کے دن ہیں۔ یہ نیکی میں ترقی کا مہینہ ہے۔ یہ خدا کے قرب کے حصُول کے ایّام ہیں خدا کو پانے کے لئے کوشش کیجئے۔ اور یاد رکھیئے کہ اُس نے وعدہ کیا ہے وَالّذینَ جاھدوا فینا لنھدینّھم سُبلنا کہ جو ہماری راہ میں کوشش کرتا ہے۔ ہم خود اس کی اپنی راہ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ جب بندہ خدا طرف چل کر جاتا ہے خدا اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ وہ آسمانی آقا ماں سے زیادہ مہربان ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ باحیا سخی ہے اُسے اپنے بندے سے شرم آتی ہے کہ جب وہ اس کی طرف ہاتھ پھیلائے وہ اُسے خالی ہاتھ لوٹا دے۔

پس ان ایّام میں سحر خیزی ہو۔ قرآن مجید کو پڑھیئے۔ اُس پر غور و فکر اور عمل کیجئے کہ مامورِ زمانہ فرماتے ہیں اگر کوئی زیغ نہ ہو تو وہ ایک ہفتہ میں انسان کو پاک صاف کر سکتا ہے۔ ذکرِ الٰہی پر زور دیجئے۔ صدقہ و خیرات کیجئے۔ حتیّٰ الوسع روزہ رکھیئے کہ نمعلوم پھر یہ دن زندگی میں نصیب ہوں یا نہ۔

مسنون دُعائیں

خدا کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک ہر وقت خدا کے ذکر سے تر رہتی تھی۔ شب کو بستر پر جاتے تو دیر تک آپ قرآن مجید کے بعض حصّے پڑھتے۔ مخصوص دُعائیں کرتے۔ کچھ دُعائیں پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر پھونکتے اور جسم پر ہاتھ پھیرتے۔ تہجد کے وقت بیدار ہوتے تو بستر پر ہی بعض دُعائیں مانگتے۔ تہجد پڑھتے تو ایسے خشوع و خضوع سے کہ اُس کی کیفیّت زبان ادا نہیں کر سکتی۔

امّ المومنین حضرت عائشہ رضؓ نے کسی کے جواب میں یہی کہا تھا۔ لا تَسْئَلْ عن حُسْنِھنّ وَطُوْلِھنّ کہ اُس کی طوالت کی خوبی کا مت پوچھ۔ مسجد میں داخل ہوتے تو دُعا مانگتے۔ مسجد سے باہر آتے تو دُعا مانگتے۔ رکوع و سجود میں دُعا پر زور دیتے تو یاحیّی یاقیوم برحمتك نستغیث کا نعرہ بلند ہوتا۔ ثناء کے بعد سورۃ فاتحہ کی تلاوت سے پہلے مخصوص دُعائیں مانگتے۔ نماز کے بعد دیر تک ذکر و اذکار

فرماتے۔ سفر پر روانہ ہوتے تو دُعا مانگتے۔ سواری پر بیٹھتے تو دُعا کرتے۔ سفر میں نشیب میں اُترتے تو الگ دُعا فرماتے۔ بلندی پر چڑھتے تو الگ دُعا مانگتے۔ نیا کپڑا پہنتے تو دُعا مانگتے۔ نیا چاند دیکھتے تو ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھ جاتے۔ نیا پھل پیش ہوتا تو دُعا مانگتے، بجلی کڑکتی تو دُعا مانگتے۔ دودھ پیتے تو الگ دُعا مانگتے۔ کھانا کھاتے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر شروع فرماتے اور خاتمہ پر اُس کی تحمید بیان کرتے چھینک آتی تو الحمدللہ کہتے۔ کسی سے تحمید سُنتے تو یرحمک اللہ کہتے۔ کسی مبتلائے آلام کو دیکھتے تو دُعا فرماتے کہ خدایا تیرا شکر ہے کہ مجھے ایسی بلا سے عافیت میں رکھا۔ قضائے حاجت کے لئے جاتے تو ہر پلیدی، ہر ضرر رساں شئے سے خدا کی پناہ مانگتے۔ فارغ ہوتے تو اس کی بخشش طلب فرماتے۔ کسی کی عیادت کو تشریف لے جاتے تو اُسے دُعا دیتے۔

الغرض اُس محبوب یزدانی سے سیکھئے کہاں کیا دُعا کرنی ہے۔ انشاء اللہ ماہنامہ انصار اللہ میں یہ دُعائیں نقل کرتے رہنے کا ارادہ ہے۔ انصار بھائی خدام اور اطفال کو یہ دُعائیں یاد کرائیں۔ کہ اس طرح ہم اپنے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم زبان ہو کر خدا سے ملتجی ہوں گے۔ اور یہ استجابت دُعا کا ایک سبب ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

جامعہ احمدیہ کے فرض شناس استاذ ۔ ماسٹر عطا محمد صاحب

عمر عزیز کی ترانوے بہاریں دیکھنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی جامعہ کے استاذ میرے بزرگ دوست ہم سے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔ پچپن برس کی عمر میں ریٹائر ہونے کے بعد قریبًا تینتیس ۳۳ سال تک آپ نے جامعہ میں بطور استاذ خدمات سرانجام دیں۔

ہماری عمروں کا تفاوت بہت تھا لیکن ایک ہی کشتی میں سوار ہونے کے باعث یہ بُعد کم ہوتا چلا گیا۔ اور نہ صرف یہ کہ وہ ہمارے بزرگ تھے بلکہ ایک دوست کی حیثیت سے انہوں نے طبیعت پر انمٹ یادیں چھوڑیں۔

وہ سلسلہ کے مخلص فدائی تھے۔ اہلِ علم اور اہلِ قلم تھے۔ سلیمان ندوی سے اُن کے تبلیغی خطوط زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ وہ ایک با اصول شخصیت تھے۔ کسی جائز کام کے لئے رشوت دینا گناہ سمجھتے تھے۔ کفایت شعار تھے۔ لیکن ہزاروں ہزار روپیہ بیک وقت سلسلہ کے مختلف کاموں کے لئے متعدد بار دیا۔

مجھ سے اُن کے تعلقات دوستانہ رنگ کے بھی تھے۔ اور اسے ہمارے خاندان کے بزرگ بھی جانتے تھے۔ اگر کوئی بات انہیں کہلوانی ہوتی تو بسا اوقات مجھے کہتے تم ان سے یہ کہو۔ ایک بار سیّد داؤد احمد صاحب پرنسپل کو جامعہ کی کسی تعمیر کے لئے ایک بڑی رقم کی ضرورت تھی۔ مجھے کہنے لگے تم ماسٹر صاحب کو تحریک کرو۔ مَیں نے عرض کی وہ آپ کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ آپ انہیں کہیں۔ آخر بات یہاں پر ختم ہوئی کہ وہ خط لکھ دیں اور مَیں لے جاؤں اور تحریک کروں۔ چنانچہ جتنی رقم کا میر صاحب نے مطالبہ کیا تھا۔ انہوں نے دے دی۔ مسجد مہدی کے لئے بھی انہوں نے یکمشت ایک بڑی رقم دی تھی۔ ایسی مثالیں احمدیت میں ہی ملتی ہیں کہ خود چند روپوں میں گذارہ کرنے والے اشاعتِ اسلام اور راہِ خدا میں ہزاروں

ہزاروں روپے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ کہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کے لئے اُن کے ہاتھ کُھلے ہیں۔

مرحوم استاذ کی ایک بڑی خُوبی فرض شناسی اور وقت کی پابندی تھی۔ وہ جامعہ کے سب سے بڑی عمر رکھنے والے استاذ تھے لیکن سب سے زیادہ وقت کی پابندی وہ کرتے تھے۔ اور جب تک وہ چلنے پھرنے سے معذور نہیں ہو گئے وہ اپنے فرض کو ادا کرتے ہی رہے۔ وہ وقت سے بھی پہلے جامعہ آتے اور ہر پیریڈ پابندی سے لیتے۔ صحتِ تلفّظ اور زبان کا انہیں بہت خیال رہتا۔ میری غلطیوں کی نشاندہی فرماتے۔ اور کبھی ڈانٹ کر بھی کہتے۔

مرحوم رفیقِ کار کی ایک بڑی خُوبی جس کا مجھ سے کچھ زیادہ ہی تعلّق تھا۔ اُن کی زندہ دلی تھی۔ وہ جب مجلس میں بیٹھتے مجلس باغ وبہار ہو جاتی۔ نہایت عُمدہ اشعار انہیں نوک بر زبان تھے۔ کبھی قرۃ العین کے شعر سناتے کبھی کسی دوسرے اعلیٰ پایہ شاعر کا کلام ترنّم سے پڑھتے۔ طِبِّ یونانی سے بھی انہیں شغف تھا۔ خود دوائیاں تیار کرتے۔ اور اس کا ذکر اذکار کرتے رہے۔ کانگڑہ کے زلزلہ کے وہ چشم دید گواہ تھے۔ اس کی تفصیل بیان فرمایا کرتے تھے کہ کس طرح وہاں تباہی ہوئی اور وہ اور اُن کے بزرگ چچا وزیر الدین صاحب محفوظ رہے۔

جامعہ کی ہائیکنگ کلب کا راقم الحروف بہت عرصہ تک انچارج رہا۔ جب پہلی بار انہوں نے جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو بوجہ اس کے یہ بہت تکلیف دہ سفر ہوتا تھا۔ میں نے انکار کیا۔ انہوں نے میر صاحب یعنی پرنسپل صاحب کو کہا اور ہمارے ساتھ جانے کا فیصلہ صادر ہو گیا۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ پڑاؤ پر رات گذارنے کے بعد صبح سب سے پہلے وہ تیار ہو کر اکیلے پیدل سڑک پر چل پڑتے۔ پگڈنڈیوں وغیرہ پر ہم انہیں جانے نہ دیتے۔ لیکن وادیٔ کاغان وہ جھیل سیف الملوک پر برف عبور کر کے بھی گئے۔ جامعہ کی طرف سے کوئی تفریحی پروگرام ہو وہ اس میں حصّہ ضرور لیتے۔ جامعہ سے باہر کے طلباء کی بھی مدد کرتے۔ بعض دفعہ میرے ذریعہ بھی انہوں نے ایسا کیا۔ اُن کے رخصت ہونے سے طبیعت ایک خلا محسوس کرتی ہے۔ ؎ سونی پڑی ہے محفلِ غم بھی تیرے بغیر۔

اللہ تعالیٰ انہیں جنّت کے اعلیٰ مدارج عطا فرمائے۔ مرحوم بہت خوبیوں کے مالک۔ ایک بزرگ دوست تھے جو اس دُنیا میں نہ رہے۔

؎ بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں۔

كُلّ من عليها فان ويبقىٰ وجه ربّكَ ذو الجلال والاكرام

ہمارا آئینہ

انسان آئینہ کو دیکھ کر اپنے چہرہ کے خدّ و خال سنوارتا ہے۔ ہمارے اعمال کا آئینہ کشتی نوح کا حصّہ تعلیم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ پُر تاثیر اور دل ہلا دینے والی کتاب تصنیف فرمائی تو آپ نے فرمایا اس کا جماعتوں میں درس دیا جائے۔ ایک دوسرے موقع پر فرمایا قرآن مجید اور کشتی نوح کا مطالعہ کثرت سے کیا جائے۔ آج دہریت اور مادیّت کے طوفان، اور ہلاکت سے بچنا چاہتے ہیں تو اس زمانہ کے نوح کی کشتی میں سوار ہو جائیں۔ اور وہ کشتی آپ کی تعلیم ہے جس میں آپ نے حقیقی احمدی کے لئے ایک ضابطہ مقرر فرمایا ہے۔

جس پر اگر ہم عمل نہیں کرتے تو خدا کے حضور ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے نہیں ہیں۔ اور پھر ہمیں کوئی بہالے جانے والا طوفان بچا نہیں سکتا۔ اس تعلیم کا ایک ایک فقرہ معیار ہے ہمارے خلوص کا۔ یہ وہ آئینہ ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے خدوخال کو سنوار سکتے ہیں۔ اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی تفصیل ہے۔ اس آئینہ کو دیکھئے اور پھر دل سے پوچھئے کہ کس حد تک خدا کے حضور مسیح پاک کی جماعت میں میرا نام درج ہے۔

تعلیم القرآن کلاس

مرکز سلسلہ میں بار بار آنا۔ خلیفۂ وقت کی صحبت سے مستفید ہونا۔ علم و ایمان میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔ مرکز اس غرض کے لئے مختلف اوقات میں ایسا انتظام کرتا ہے کہ احباب مرکز میں تشریف لائیں۔ اپنے بچوں کو بھجوائیں تا وہ یہاں کے رُوح پرور ماحول میں رَہ کر۔ خلیفۂ وقت کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے ہیں۔ آپ کے ارشادات سے مستفید ہوتے ہیں۔ علماء سلسلہ کی تدریس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تعلیم القرآن کلاس موسم گرما کی تعطیلات میں منعقد ہوتی ہے۔ امسال یہ کلاس رمضان المبارک کے بعد سترہ ۱۷ جولائی سے اکتیس ۳۱ جولائی تک منعقد ہو گی۔ خدا کے فضل و کرم سے ان کلاسز کی حاضری پہلے سے بڑھی ہے۔ اُمید ہے امسال بھی زیادہ سے زیادہ احباب اس میں شریک ہو کر مستفید ہوں گے۔ دینی علوم سے اپنی جھولیاں بھریں کہ یہی وہ اموال ہیں جو مسیح نے تقسیم کرنے تھے۔

اَے یارِ خدا! یہ جماعت تیری جماعت ہے

یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے صحابہ کے لئے دُعا کرتے ہوئے فرمائے تھے۔ رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ آپ کی صداقت کا نشان تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انفاسِ قدسیہ نے ان میں بھی ایک مسیحائی پیدا کر دی تھی۔ حضرت ابن مسعودؓ کی ایک حدیث کی رُو سے مامور زمانہ پر ایمان لانے والے مخلصین کا انتخاب خدا کی تقدیر کرتی ہے۔ ان کی رضائے باری ـــ عشق و شیفتگی کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ انہوں نے وہ نُور مشاہدہ کیا ہوتا ہے جو ظلمات کے پردے چاک کر دیتا ہے۔ ان کے حالات کا مطالعہ تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس شمارہ میں مکرّم و محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے مؤلف اصحابِ احمد کا ایک مضمون کپورتھلہ کے ایک عاشق صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں دیا جا رہا ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ محترم ملک صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ اس سلسلہ کو جاری رکھیں گے۔ خدا کرے وہ اس مضمون پر لکھتے رہیں اور ہم پڑھ کر اپنے خدوخال کو سنوارتے رہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے محبّت کا تقاضا

عَنْ عبد الرحمٰن بن ابی قراد انّ النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم توضّأ یومًا فَجَعَلَ اصحابہ یتمسّحون بوضوئہ فقال لھم النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم مایحملکُمْ علیٰ ھٰذا قالوا حُبّ اللہ و رسولہ فقال النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم من سَرَّہ انْ یُحِبّ اللہَ و رسولَہٗ او یحِبّہٗ اللہ و رسولہ فَلْیَصْدُقْ حدیثَہٗ اذا حدّث ولیؤدّ امانَتَہٗ وَلْیُحْسِنْ جوارمن جاورہ۔

(مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک روز وضو فرمایا۔ آپ کے اصحاب آپ کے وضو کے پانی سے تبرّک حاصل کرنے لگے۔ اگر ایک صحابی اپنے جسم کو اُس پانی سے تَر کرتا تو دوسرا اُس تری سے اپنے جسم کو ملتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ کیفیّت دیکھی تو فرمایا۔ کس وجہ سے تم ایسا کرتے ہو۔ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے۔ اس پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جسے اس بات سے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ وہ اللہ اور رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔ یا اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں تو جب بات کرے سچی بات کرے۔ اور امانت کا حق ادا کرے۔ اگر اس کا کوئی پڑوسی ہے تو اُس سے حُسنِ سلوک کرے۔

ہر چیز کا ایک چھلکا ہے اور ایک مغز۔ اہلِ دانش و خرد چھلکے پر راضی نہیں ہوتے کہ وہ تو مغز کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہے۔ حقیقت کو پہنچنا اور اُسے حاصل کرنا مقصود ہونا چاہیئے۔

اور مذہب کی حقیقت خداشناسی اس کی معرفت اور عملی زندگی میں تبدیلی ہے۔ اسی قسم کا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی زندگی کا ہے۔ لوگ آپ کے گرد پروانہ وار جمع تھے۔ ظاہری آداب سے اپنے اخلاص و محبت کا اظہار کر رہے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے دیکھا تو فرمایا اخلاص چاہیئے اخلاص۔

اگر ہم اپنے مقتداء کا احترام کرتے ہیں، ان کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں، اُن کے تبرّکات کو آنکھوں سے لگاتے ہیں تو اُن کے ارشادات پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ اُن کے عمل کو کیوں نہیں اپناتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے کتنے پُرحکمت طریق سے یہ بات کہی۔

اللّٰھمّ صلّ علیہ واٰلہ وبارك وسلّم

کلام الامام

حفظ کیجئے!

شعر قلبی کیفیّت کے غمّاز ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام پیش ہے۔ اس پر غور کیجئے اور آپ کے چیدہ چیدہ اشعار حفظ کیجئے۔ یہ ملائکہ کی تائید سے لکھے گئے ہیں۔ یہ آپ کے دل کی کیفیّت بدل سکتے ہیں اگر دل کی گہرائیوں میں انہیں اتار لیں۔

اِنَّ الْمُقَرَّبَ لَا یُضَاعُ بِفِتْنَۃٍ ؎ وَالْاَجْرُ یُکْتَبُ عِنْدَ کُلِّ بَلَاءٍ

خدا کا مقرّب فتنہ کی وجہ سے ضائع نہیں کیا جاتا　　اور ہر مصیبت اور ابتلا کے وقت اجر پاتا ہے۔

یَا مَنْ اَرٰی اَبْوَابَہٗ مَفْتُوْحَۃً ؎ لِلسَّائِلِیْنَ فَلَا تَرُدَّ دُعَائِیْ

اَے وہ ذات جس کے دروازوں کو میں سوالیوں کے لئے کھلا دیکھ رہا ہوں۔ میری دُعا کو ردّ نہ کر۔

(منن الرحمٰن)

ابتلا اور آزمائش مومن کو خدا کے قرب میں بڑھاتے ہیں۔ یہ خدا کے انعامات کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ ابتلا مومن کو خدا کے دروازہ پر لاتا ہے۔ ہر آزمائش پر اُس کے ہاتھ اُس ربّ الوریٰ کی طرف اُٹھتے ہیں۔ اور وہ باحیا سخی انہیں خالی نہیں لوٹاتا۔ اس کے دروازہ کا سوالی بامراد ہی لوٹتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ خدا سے ابتلا مانگنا نہیں چاہیئے۔ اگر خدا امتحان میں ڈالے تو اسی کے حضور جُھکنا چاہیئے۔ کہ یہی کامیابی کی راہ ہے۔ کیا خوب فرمایا ابنِ مسیحانے۔ ؎

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے۔

روشنی بخش در دل وجانم ؎ پاک کُن از گناہِ پنہانم

میری جان اور دل میں روشنی عطا فرما۔ اور مجھے میرے مخفی گناہوں سے پاک کر

دَر دو عالم مرا عزیز توئی ؎ وآنچہ میخواہم از تو نیز توئی

دونوں جہانوں میں مجھے تو ہی پیارا ہے۔ جو چیز میں تجھ سے چاہتا ہوں وہ بھی تو ہے۔

(درثمین فارسی مترجم حصہ اول)

خدا کے پیارے اُس کی مغفرت کے طالب ہوتے ہیں۔ وہ اُس کے نُور کے خواہاں ہوتے ہیں کہ اس کا نُور ہر تاریکی کو دُور کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی تہجّد کے وقت جب بیدار ہوتے تو خدا سے اس کا نُور مانگتے۔ وہ نُور جو دل، بینائی، شنوائی اور جسم کے ہر ذرّہ کو منور کر دے۔ اور خدا کے پیارے اُس سے اُس کی محبت، اس کا قُرب مانگتے ہیں۔ وہ اُس کی ذات کے سوالی ہوتے ہیں کہ اگر وہ جانِ تمنّا مل گئی تو سب کچھ مل گیا۔ یہ خواہش پُوری ہو جائے تو پھر ساری خواہشیں مٹ گئیں۔ یہی جنّت ہے کہ اُس کی رضا نصیب ہو جائے۔

حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل

کی

سیرت کا ایک پہلو۔ توکّل علی اللہ

از غلام رسول اعوان صاحب ۔ بلاک وی (۷) ڈیرہ غازیخان

حضرت مولوی نورالدین رحمہ اللہ تعالیٰ اُن چند خوش قسمت انسانوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالےٰ غیر معمولی طور پر اپنے انعامات سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو قلبِ سلیم بخشا تھا۔ وہ ایک خداشناس فطرت لے کر آئے تھے۔ اور انہوں نے اس فطرتِ صحیحہ کی مدد سے وقت کے مامور کو شناخت کیا۔ اور اوّل المومنین بنے۔ اور اس میں ذرّہ بھر بھی شک نہیں کہ اُن کی رُوح جنّت میں اپنی خوش قسمتی پہ ناز کرتی رہے گی۔

اس وقت میں حضرت خلیفہ اوّل کی سیرت کے ایک پہلو کا ذکر کرتا ہوں اور وہ ہے اُن کا "توکّل علی اللہ"۔ یوں تو اُن کی ساری زندگی توکّل علی اللہ پر قائم تھی۔ مگر اس کی جھلک دیکھنے کے لئے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ کیونکہ میرا توکّل ہمیشہ خدا پر رہا ہے۔ اور وہی قادر میری مدد کرتا رہا ہے۔ وہی مجھے کھلاتا ہے۔ اور پلاتا ہے۔ چنانچہ "حیاتِ نُور" میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک دفعہ جبکہ مَیں مدینہ منوّرہ میں مقیم تھا۔ میری یہ حالت ہوگئی۔ کہ رات کو کھانے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ جب وضو کر کے نمازِ عشاء کے لئے مسجد نبوی کی طرف چلا۔ تو راستہ میں ایک سپاہی نے مجھ سے کہا۔ کہ ہمارا افسر آپ کو بُلاتا ہے۔ مَیں نے نماز کا عذر کیا۔ پر اُس نے کہا۔ مَیں نہیں جانتا۔ مَیں تو سپاہی ہوں۔ حکم پر کام کرتا ہوں۔ آپ چلیں۔ ناچار ہمراہ ہوگیا۔ ایک دوکان پر مجھے لے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک افسر سامنے جلیبیوں کی بھری ہوئی رکابی رکھے بیٹھا ہے۔ اُس نے مجھ سے پوچھا۔ اسے کیا کہتے ہیں۔ مَیں نے کہا ہمارے مُلک میں اسے جلیبی کہتے ہیں۔ کہا۔ کہ ایک ہندوستانی سے سُن کر مَیں نے بنوائی ہیں۔ خیال کیا کہ اس کو پہلے کسی ہندوستانی کو کھلاؤں گا۔ چنانچہ مجھے آپ کا خیال آگیا۔ اس لئے میں نے آپ کو بلوایا۔ اب آپ آگے بڑھیں۔ اور کھائیں۔ مَیں نے کہا نماز کے لئے اذان ہوگئی ہے۔ فرصت سے نماز کے بعد کھاؤں گا۔ اس نے کہا۔ ہم آدمی کو مسجد بھیج دیں گے کہ تکبیر ہوتے ہی آپ کو آکر لے جائے۔ چنانچہ مَیں نے کھانا شروع کیا۔ اور جب شکم سیر ہوگیا۔ تو ملازم نے آکر کہا کہ نماز تیار ہے۔ تکبیر ہوچکی ہے۔ مَیں چلا گیا۔

ذرا اندازہ لگائیے کہ حضرت مولوی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے کھلانے کا انتظام کس اچھوتے رنگ میں کیا۔ اور حضور کا یہ فرمانا کہ خدا ہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے کتنا صحیح تھا۔

اسی طرح قریشی امیر احمد صاحب بھیروی کی روایت ہے کہ ہمارے سامنے حضرت خلیفہ اوّلؓ کی خدمت میں شیخ محمد صاحب چٹھی رسان کتابوں کا ایک وی۔پی۔پی لائے۔ جو سولہ روپے کا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ کتابیں مجھے بہت پیاری ہیں اور میں نے شوق سے منگائی ہیں۔ لیکن اب اُن کی قیمت میرے پاس نہیں ہے۔ لیکن میرے مولا کا میرے ساتھ ایسا معاملہ ہے کہ سولہ روپے آئیں گے اور ابھی آئیں گے۔ چنانچہ ہم ابھی وہاں بیٹھے تھے۔ کہ ایک ہندو اپنا ایک بیمار لڑکا لے کر آیا۔ حضرت نے نسخہ لکھ کر دیا۔ ہندو ایک اشرفی اور ایک روپیہ رکھ کر چل دیا۔ آپ نے اسی وقت سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور فرمایا کہ میں اپنے مولیٰ پر قربان جاؤں اُس نے مجھے تمہارے سامنے شرمندہ نہیں کیا۔ اگر یہ شخص مجھے کچھ بھی نہ دیتا تو میری عادت ہی مانگنے کی نہ تھی۔ پھر ہو سکتا تھا کہ وہ صرف ایک روپیہ ہی دیتا۔ یا اشرفی ہی دیتا۔ مگر میرے مولا نے اسے مجبور کیا کہ میرے نورالدین کو سولہ روپے کی ضرورت ہے۔ اس لئے اشرفی کے ساتھ روپیہ بھی رکھو۔ سبحان اللہِ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

غور کرو۔ کہ توکل کا یہ کتنا شاندار واقعہ ہے۔ سولہ روپے کی ضرورت ہے۔ اور سولہ روپے اسی وقت اللہ تعالیٰ بھجوا دیتا ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت میر ناصر نواب صاحب دارالضعفاء یا نور ہسپتال کے چندہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاس اس وقت کچھ نہیں۔ پھر دے دوں گا۔ مگر حضرت میر صاحب اصرار کرتے رہے۔ جب اصرار بڑھا تو حضرت مولوی صاحب نے کپڑا اٹھایا۔ اور وہاں سے ایک پونڈ اُٹھا کر دے دیا۔ اور فرمایا۔ میر صاحب اس پونڈ پر صرف نورالدین کا ہاتھ لگا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ یہ کسی ٹکسال میں نہیں بنا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے میری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے غیب سے مہیّا کر دیا ہے۔ کہ نورالدین شرمندہ نہ رہے۔ یہ سچ ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے خدا کے کام کتنے معجزانہ ہوتے ہیں۔ ؎

اُن سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں ٭ یہ اس لئے کہ عاشقِ یار یگانہ ہیں

میں نے مختصراً تین واقعات عرض کر دیئے ہیں۔ ویسے ان کی ساری زندگی توکل علی اللہ کی عملی تفسیر تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ ہی میرا خزانچی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب بھی تمہیں کوئی ضرورت ہوگی ہم دیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مولوی صاحب کھلے دل سے خرچ کرتے تھے۔ اور اگر خدا کی راہ میں قرض بھی لینا پڑا تو لے لیتے تھے۔

اللہ سے اُن کا تعلق ایک راز تھا جسے عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عشق میں سرشار تھے۔ اور یہ سچ ہے کہ محبّت محبت کو کھینچتی ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے عشق میں اپنی مرضیات کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس کی اطاعت میں فنا ہو جاتا ہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی بندہ کی رضا کے مطابق ہو جاتی ہے۔ اور یہی مقام حضرت خلیفہ اوّل کو حاصل تھا

مصرع		خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے۔

والا معاملہ تھا۔

غرض آپ فنا کے مقام سے نکل کر بقا کے مقام تک پہنچ گئے تھے۔ اس لئے فرمایا کرتے تھے کہ لوگ نہیں جانتے کہ نُور الدین کا اللہ تعالےٰ سے کیا معاملہ ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی رُوح پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ اور اُن کے درجات بلند سے بلند تر کرے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

اَے مِرے مہرباں خُدا

آنکھ سے اشک ہیں رَواں اَے مِرے مہرباں خُدا
تجھ پہ ہے حالِ دل عیاں اَے مِرے مہرباں خُدا

تجھ سے نہیں بعید کچھ یہ مری سعیٔ رائیگاں
ہو تیرے در پہ کامراں اَے مِرے مہرباں خُدا

کس سے کہوں تیرے سوا اپنے دُکھوں کی داستاں
اے مِرے غم کے راز داں اَے مِرے مہرباں خُدا

اِذنِ کلام پائیں گی کب تیری بارگاہ میں
یہ مِری بے زبانیاں اے مِرے مہرباں خُدا

لحظہ بہ لحظہ دم بدم بڑھنے لگی ہیں اور بھی
قلب کی بیقراریاں اے مِرے مہرباں خُدا

اَے مِرے چارہ سازِ غم مرہمِ زخمِ قلب و جاں
دَرد ہے دَردِ بیکراں آے مِرے مہرباں خدا

ثاقب زیروی

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ رئیس حاجی پورہ

(یکے از تین سو تیرہ صحابہ)

از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مؤلّف اصحاب احمد۔ قادیان

(۱)

احباب کپورتھلہ

یہ احباب جماعتِ احمدیہ کے مخلص ترین احباب میں شمار ہوتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر (امیر ضلع فیصل آباد) حضرت منشی ظفر احمد صاحب۔ حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب۔ حضرت منشی روڑا صاحب و حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب سمیت بارہ قدیم صحابۂ کپورتھلہ کے اسماء درج کر کے رقم فرماتے ہیں :-

"یہ تمام وہ دوست ہیں جنہوں نے اپنے اپنے رنگ میں سلسلۂ حقّہ کی خدمات کیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے محبّوں میں شامل ہوئے۔"[۱]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی کے وصال پر اپنے خطبہ میں فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ابتدائی زمانہ میں ایمان لانے والے ایک تعویذ، ذریعۂ حفاظت اور حصن حصین ہیں جن کی وجہ سے دنیا بہت سی بلاؤں سے محفوظ رہتی ہے۔ یہ لوگ انبیاء اور اُن کے خلفاء کے بعد دوسرے درجہ پر امن وسکون کا باعث ہوتے ہیں۔[۲]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کپورتھلہ کے ایک مخلص دوست کے نام مکتوب میں احباب کپورتھلہ کے بارے میں رقم فرمایا:-

"(میں) اپنی اس تمام مخلص جماعت کو ایک وفادار اور صادق گروہ یقین رکھتا ہوں اور مجھے کپورتھلہ کے دوستوں سے دلی محبت ہے ...... میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے۔"[۳]

---

[۱] - اصحاب احمد جلد چہارم۔ طبع سوم ص۷، ص۸۔ [۲] - الفضل ۲۸ راگست ۱۹۴۱ء۔ [۳] - بدر یکم اکتوبر ۱۹۰۸ء۔ یہ مکتوب حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے دیکھا تھا۔ (روایت ۹۰۵ مندرجہ سیرت المہدی حصہ سوم)۔

حضرت اقدسؑ نے کشف دیکھا کہ اس سال تین چار دوست داغِ مفارقت دے گئے ہیں۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ نے عرض کیا کہ حضور! وہ قادیان کے تو نہیں۔ فرمایا نہیں۔ پھر منشی صاحب نے عرض کی کہ وہ کپورتھلہ کے تو نہیں۔ فرمایا نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ

> "مجھے کپورتھلہ کے دوستوں سے دلی محبت ہے ...... میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اسی دُنیا اور آخرت میں اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے میرے ساتھ ہوں گے۔"

"کپورتھلہ تو قادیان کا ایک محلّہ ہے۔" [۱]

(۲)

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ

آپ نے اپنی ایک قلمی کاپی میں تحریر کیا ہؤا ہے کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوٰئ مسیحیت کے بعد بیعت کی۔ جس کا واقعہ یہ ہے۔ اس دعوٰی کے بعد حضرت منشی روڑے خان صاحب قادیان ہوکر آئے۔ اور کتب فتح اسلام اور توضیح مرام لائے جو مَیں نے مطالعہ کیں۔

"مَیں کیا عرض کروں کہ میری کیا حالت ہوئی۔ میرا ایمان، میرا یقین اس درجہ پر پہنچا کہ گویا ایک آہنی کیل میرے قلب میں گڑ گئی۔ وہاں نہ کوئی ثبوت تھا۔ اور نہ کوئی دلیل، نہ نظیر۔ معمولی الفاظ میں دعوٰی اور اسلام اور مسلمانوں کی موجودہ حالت کا فوٹو اور ترقیٔ اسلام کی کسی قدر تدابیر۔ مگر میرا دل تھا کہ ایمان، عرفان اور یقین سے بھر گیا۔ جب یہ پڑھ کر اُٹھا تو ڈیڑھ بجے تھے۔ راستہ میں جو ملا اس سے تذکرہ حق الیقین کے پیرایہ میں کیا۔ دوستوں میں اپنے یقین کا اعلان کر دیا۔"

آپ کہتے ہیں کہ بیعت بذریعہ خط نہ ہوتی تھی۔ تاہم مَیں نے اپنے متعلق حضرت اقدس کو اطلاع دے دی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو کئی خطوط لکھے۔ حضرت اقدس کے دعوٰی و دلائل کا ذکر کیا۔ لیکن انہوں نے اپنے جوابات میں لکھا کہ آپ اس عقیدہ پر قائم رہیں جو خلف سلف سے چلا آتا ہے　　مرزا صاحب سے بات نہ کریں۔ ان کو (معاذ اللہ) جنون ہوگیا ہے۔ حضرت اقدس سے میری خط و کتابت رہی۔ حضور نے تحریر فرمایا کہ اگر کوئی اعتراض ہو تو لکھیں تاکہ ازالۂ اوہام میں جواب دیا جائے چنانچہ مَیں نے بھیجے جن کے جواب اس کتاب میں موجود ہیں۔ پھر مَیں نے حضور کے لدھیانہ آنے پر بیعت کر لی۔ پھر مَیں نے ایک دن اور دوسرے دن محبوب

---

[۱] تذکرہ

اور روشن دو صاحبان نے بیعت کی ۔

ان تینوں کی بیعت رجسٹر بیعت میں ۲۵ مارچ ۱۸۹۱ء میں (نمبر ۲۱۹ تا ۲۲۱ پر) درج ہے ۔

آپ اپنی قلمی کاپی میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"فتح اسلام اور توضیح مرام کے شائع ہونے پر فتح اسلام کا مطالعہ کرنے پر میرا دل ایمان و عرفان سے ہو گیا ۔ اور مَیں دوسروں سے حضرت اقدس کے بارے میں بحث کرنے لگا ۔ حضور لدھیانہ تشریف لائے ۔ جناب حاجی محمد ولی اللہ صاحب (تایا جان جنہوں نے مجھے متبنّٰی بنایا ہوا تھا) کے فالج کے مرض میں مبتلا ہونے وغیرہ کی وجہ سے مَیں بیعت کے لئے نہ جا سکا ۔ ورنہ میں جانا چاہتا تھا ۔

ایک دن خواب میں مَیں نے حضرت اقدس کو ایک صحن میں ایک پلنگ پر بیٹھے ہیں (دیکھا) مَیں بھی اس پلنگ پر بیٹھ گیا ۔ خواب میں حضور کے دیرینہ خادم حافظ حامد علی صاحبؓ نیز حافظ نُور احمد صاحبؓ لُدھیانوی کو بھی دیکھا ۔

پھر ایک خواب میں دیکھا کہ لودھیانہ کے چوڑے بازار میں ایک شخص زور سے مجھے آواز دے رہا ہے کہ جلد آؤ ۔ توقف کیوں ہے ؟ اس خواب سے کشش اور زیادہ ہوئی ۔ اور مَیں نے لودھیانہ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقیم تھے ۔ بہت جلد جانے کا ارادہ کیا ۔ تاریخ یاد نہیں ۔ غالباً ۹۰ء یا ۱۸۹۱ء تھا ۔ مَیں نے منشی ظفر احمد (صاحب) کو اپنے ہمراہ جانے کے لئے تیار کیا ۔ منشی ظفر احمد صاحب رشتہ میں میرے بھائی بھی ہیں ۔ میرے ہمراہ روشن علی جو عربی پڑھا ہوا اور مُسِنّ آدمی تھا ۔ اور محبوب جو ایک غریب پردیسی تھا ۔ اور ہماری مسجد میں رہتا تھا ۔ بیعت کرنے کی غرض سے تیار ہوئے اور لودھیانہ پہنچے ۔

حضرت صاحب محلہ اقبال گنج میں رہتے تھے ۔ آپ نے ایک مکان زنانہ کرایہ پر لیا ہوا تھا اور ایک مردانہ ..... ہم چاروں ..... بارہ بجے کے بعد پہنچے تھے ۔ صحن میں .... دو پلنگ بچھے ہوئے تھے ۔ ایک پلنگ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما تھے اس طرح کہ قدم شریف زمین پر اور جُوتہ پہنے ہوئے تھے اور مہندی ریش مبارک کو لگائی ہوئی تھی ۔ حافظ حامد علی صاحب مرحوم اور حافظ نور احمد صاحب بھی اس مکان میں موجود تھے ۔ اُن کو مَیں نے کچھ دیر کے بعد شناخت کیا کہ یہ خواب والے آدمی ہیں ۔ اور ان کے نام بھی معلوم ہوئے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مَیں نے دیکھ کر شناخت کر لیا ۔ وہی شکل و شباہت تھی جو خواب میں دیکھی تھی ۔

حضرت صاحب ہم سے مل کر بہت خوش ہوئے اور مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کا نام حبیب الرحمٰن ہے ؟ پھر فرمایا کہ آپ کے خط آیا کرتے ہیں ۔ اس کے بعد میرے والد صاحب کی طبیعت کا حال دریافت فرمایا[1] دیر تک خاکسار سے باتیں کرتے

---

[1] ۔ اس قلمی کاپی اور الحکم وغیرہ سے ثابت ہے کہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب کے والد صاحب کا نام منشی محمد ابو القاسم تھا چونکہ حاجی صاحب

رہے۔ میرے ساتھیوں کا نام بھی دریافت کیا اور کچھ بات بھی کی۔ لیکن زیادہ تر مجھ سے ہی ہم کلام رہے۔ پھر فرمایا کہ میں مہندی دھو آؤں۔ اور زنانہ مکان میں تشریف لے گئے۔ فارغ ہو کر جلد ہی تشریف لائے۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا اور خود (نماز کی) امامت کی۔ اور ہم (لوگوں نے) جس قدر موجود تھے۔ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ اس وقت حضور خود ہی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اور لودھیانہ میں مکان پر ہی نماز باجماعت پڑھتے تھے۔

پھر بعد نماز آپ بیٹھ گئے اور اپنے دعویٰ کے دلائل اور حالاتِ زمانہ اور ضرورتِ مُصلح پر تقریر فرماتے رہے۔ عصر کی نماز کے بعد آپ زنانہ مکان کو تشریف لے گئے۔ میں نے منشی ظفر احمد صاحبؓ کو بھیجا کہ عرض کرو کہ میں اور باقی دونوں ساتھی داخلِ بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ اس زمانہ میں حضور بیعت قبول کرنے میں بہت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ اور ہر ایک سے جو بیعت کے لئے درخواست کرتا تھا فرمایا کرتے تھے کہ ابھی ٹھہرو۔ سوچ لو اور غور کرلو۔

منشی ظفر احمد صاحب میرے کہنے پر حضور کے پیچھے ہی گئے۔ اور ڈیوڑھی میں حضور سے مل گئے۔ اور میری اور باقی دونوں کی بیعت کی درخواست کے بارہ میں عرض کیا۔ آپ نے کچھ دیر سوچ کر فرمایا میری بابت کہ یہ فہیم اور مستقل مزاج تو معلوم ہوتا ہے۔ اچھا۔ میں بیعت قبول کر لوں گا۔ اُن دونوں کی بابت بھی منشی ظفر احمد صاحبؓ نے عرض کیا۔ فرمایا کہ ان کو کہدو کہ ابھی سوچ لیں۔ ابھی نہیں۔ منشی صاحب نے بہت دفعہ عرض کیا کہ وہ بھی بہت معتقد ہیں۔ اور دعویٰ کے متعلق پُورے طور پہ ان کا اطمینان ہو گیا ہے۔ لیکن آپ نے منظور نہیں فرمایا۔ پھر فرمایا کہ بعد نماز مغرب میں حبیب الرحمٰن کی بیعت لُوں گا۔

قبل از نماز مغرب حضور تشریف لائے۔ نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا میری طرف مخاطب ہو کر کہ تم ٹھہرو۔ باقی سب باہر چلے جائیں۔ اس زمانہ میں حضور تنہا ہو کر ایک ایک کی بیعت لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور نے خاکسار کو داخلِ بیعت کیا۔ اور دُعا کی۔ اور پھر فوراً اُٹھ کر زنانہ مکان کی طرف تشریف لے گئے۔ اس وقت باقی دونوں کو بیعت میں داخل نہیں فرمایا۔" (کاپی صد ۲۹ تا بعد)

آپ اپنے دیگر دو ساتھیوں کے متعلق رقم فرماتے ہیں :۔

"دوسرے دن پھر ہم نے ان دونوں کی بیعت کے لئے سفارش کی۔ پہلے تو صرف منشی ظفر احمد صاحب نے ہی عرض کیا تھا۔ اَب اس سفارش میں خاکسار نے بھی شرکت کی۔ اور عرض کیا کہ روشن دین سمجھدار اور عربی پڑھا ہُوا ہے۔ اور دینی کُتب کا مطالعہ کرتا رہتا ہے۔ مسئلہ وفاتِ مسیح کو خوب سمجھے ہوئے ہے۔ اس پر حضور نے منظور فرمایا کہ

(**بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:**) نے آپ کو متبنّٰی بنا لیا تھا۔ اسی لئے منشی صاحب ان کو والد لکھتے ہیں۔ انہی کی بیماری کا اس کاپی میں ذکر ہے۔ رجسٹر بیعت میں بھی منشی صاحب کو برادر زادہ حاجی ولی اللہ صاحب لکھا گیا ہے

بعد نماز مغرب بیعت قبول کروں گا۔ چنانچہ اس دن بعد نماز مغرب ہم سب باہر چلے آئے اور آپ کمرہ میں بیٹھے رہے پہلے محبوب کو طلب فرمایا اور داخلِ بیعت کیا۔ اس کے بعد روشن دین کو بُلایا اور بیعت لی۔

اس وقت روشن دین پر حضور کی توجہ کا اس قدر اثر ہوا کہ (اس نے) چیخ چیخ کر رونا شروع کیا۔ حضور بیعت کے بعد فوراً ہی زنانہ مکان کی طرف تشریف لے گئے۔ روشن دین بے تحاشا حضور کے عقب میں دوڑا اور روتا جاتا تھا۔ ہم نے اسے روکا۔ کچھ دیر کے بعد اس کی حالت دُرست ہوئی۔ اس وقت میں نے سوچا اور غور کیا کہ روشن دین بہت نیک اور متقی ہے کہ اس پر توبہ کا بہت اثر ہوا۔ اس وقت میری عمر قریباً بیس سال کی تھی یا کچھ زیادہ۔ بہت مدت تک مجھے اپنی اس حالت کا فکر رہا کہ میں بہت گنہگار اور ناپاک معلوم ہوتا ہوں۔ اور سخت دل کہ میرے اوپر رقت طاری نہیں ہوئی تھی۔ لیکن ایک عرصہ کے بعد یہ مسئلہ میری سمجھ میں آیا۔

اس کے بعد ہم سب کپورتھلہ چلے آئے۔ حضرت صاحب قریباً تمام دن باہر بیٹھک میں تشریف رکھتے تھے اور ہر وقت وفاتِ مسیح کا ہی تذکرہ رہتا تھا اور حضور دلائل بیان فرماتے رہتے تھے۔" (قلمی کاپی ص۳۹ وماقبل) پھر آپ فراستِ مومنانہ کے تعلق میں تحریر کرتے ہیں کہ:-

> "جماعت کے ہزارہا صُلحاء اور اولیاء ایسے ہیں کہ اُن کی خدمات اور تعبّد اور زہد و عبادت یا شہادت کے لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند ہے مگر کپورتھلہ کے احباب کا رنگ ہی اَور تھا۔" (شیخ یعقوب علی صاحب)

"جس دن بفضلہ تعالیٰ شانہٗ میں داخلِ بیعت ہوا .... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاکسار کو داخلِ بیعت فرمانے کا تو اسی وقت ارادہ ظاہر فرما دیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ مستقل مزاج معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں کے متعلق فرمایا تھا کہ ابھی نہیں۔ کچھ اور سوچیں۔ لیکن ہم نے بار بار عرض کیا تو دوسرے دن ان سے بھی بیعت لے لی۔ میرا استقلال تو ظاہر ہے ــــ اللہ کریم کا ہزار ہزار شکر ہے اور احسان ہے کہ اس نے ہر ایک زلزلہ کے وقت مجھے ہلاکت سے بچایا۔ اس زمانۂ دراز میں مجھے کبھی شک کا خیال بھی نہیں آیا۔ دوسرا محبوب ...... اس کا جلد ہی انتقال ہو گیا ....

روشن دین کی تا مرگ یہ حالت رہی کہ بات بات پر اس کو شک ہو جاتا تھا۔ یہ اللہ کریم کو معلوم ہے کہ اس کی موت کس حالت میں ہوئی۔ لیکن ظاہری حالات مشکوک ہی نظر آتے ہیں۔" (قلمی کاپی ص۱۲۴، ص۱۵۵)

احبابِ کپورتھلہ کا عشق

احباب کپورتھلہ کا عشق اس امر سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ

رقم فرماتے ہیں :۔

(ا) " یہ لوگ طبیعت میں جب بے کلی محسوس کرتے ، دیوانہ وار بھاگے چلے آتے تھے ۔حضرت کو دیکھ لیا ، کچھ باتیں سُن لیں ۔زندگی کی نئی رُوح لے کر واپس چلے گئے ۔" [1]

حضرت منشی ظفر احمد صاحب اور دیگر بزرگان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

(ب) " ایسا ہی محبّی مخدومی منشی حبیب الرحمٰن صاحب پیارے آقا کے فدائیوں میں سے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر ہمہ درد اور اضطراب ہو جاتے ہیں ۔ ان کے لئے بھی درخواست ہے ۔" [2]

(ج) ۔" میرے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان عشاق میں سے کس کا کیا مقام تھا ۔یہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے ۔میں نے حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب ۔حضرت منشی محمد خان صاحب ۔حضرت منشی روڑے خانصاحب اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب کو نہایت گہری نظروں سے دیکھا ...... میں نے ان میں سے جس کے حال پر غور کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ محبت اور عشق اور آپ کی اطاعت و فدائیت کے پہلو میں بے نظیر پایا جماعت کے ہزارہا صلحاء اور اولیاء ایسے ہیں کہ ان کی خدمات اور تعبّد اور زہد و عبادت یا خدمات کے لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند ہے ۔ مگر ان احباب کپورتھلہ کا رنگ ہی اور تھا ۔" [3]

> یہ لوگ طبیعت میں جب بے کلی محسوس کرتے دیوانہ وار بھاگے چلے آتے تھے ۔حضرت کو دیکھ لیا ، کچھ باتیں سُن لیں ۔زندگی کی نئی رُوح لے کر واپس چلے گئے ۔

(د) حضرت اقدس جالندھر تشریف لائے ۔قیام لمبا ہوگیا ۔حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب اپنے گاؤں حاجی پورہ سے روز آتے اور چلے جاتے تھے [4]

ایک دن منشی صاحب کے حاضر خدمت نہ ہو سکنے کا حضرت اقدس کو فکر بھی ہوا ۔اور ایک اہم کام کے لئے سات صد روپیہ کی فراہمی مطلوب تھی ۔حضرت منشی ظفر احمد صاحب کو حاجی پور بھجوا کر بلوایا ۔اور آپ نے یہ مکان کی تیسری منزل میں علیحدگی میں اسی معاملہ میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب سے مشورہ فرمایا ۔جو رقم درکار تھی اس کا بھی ذکر ہوا منشی صاحب جس قدر رقم لائے تھے پیش کی ۔" (قلمی کاپی صفحہ ۶۲ تا ۶۷)

---

[1] ۔الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۴۱ء (صفحہ ۳ کالم ۱) ۔ [2] ۔الحکم ۲۸ مئی ۱۹۲۵ء (صفحہ ۴) ۔ [3] الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۴۱ء (صفحہ ۵ کالم ۲) ۔ [4] الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۴۱ء (صفحہ ۳)

سلسلہ کے لٹریچر میں ذکر

آپ کی مالی اور قلمی خدمات و زیارتِ قادیان وغیرہ کے تعلق میں کثیر تعداد میں سلسلہ کے لٹریچر میں ذکر آیا ہے۔ بعض کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ جلسہ سالانہ ۱۹۰۱ء پر آنے والوں کے ذکر میں زیرِ عنوان " دارالامان کا ہفتہ " گیارہ احباب میں " حاجی پور پھگواڑہ سے آنے والے جناب حبیب الرحمٰن صاحب رئیس" کا نام مرقوم ہے۔[۱]

۲۔ "امام الزمان کی ڈائری" کے زیرِ عنوان ۳/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے بارے رقم ہے
"حضرت اقدس ..... جمعہ کی نماز کے لئے ...... ایک بجنے سے کچھ منٹ پہلے تشریف لے گئے۔ منشی حبیب الرحمٰن صاحب نمبردار حاجی پور بھی آپ کے ساتھ تھے۔"[۲]

۳۔ حضرت اقدس نے منشی صاحب کو حضور کے ایک رسالہ (کتابچہ) دس عدد مفت تقسیم کرنے پر شکریہ ادا کیا اور دعا فرمائی۔[۳]

۴۔ انفاق فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں بھی آپ کا ذکر آتا ہے۔

(ا) منارۃ المسیح کی تعمیر کا چندہ آپ نے دیا۔ آپ کا نام (۸۲ نمبر پر) اس پر درج ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام رقم فرماتے ہیں:۔
"(فلاں فلاں) اور منشی اروڑا صاحب کپورتھلہ اور اُن کے رفیق ...... (اور فلاں جماعت) یہ تمام محبین اپنی طاقت سے زیادہ خدمت میں مصروف ہیں...... ہماری امرتسر کی مخلص جماعت، ہماری کپورتھلہ کی مخلص جماعت ..... (اور دیگر) مخلص جماعتیں وہ نورِ اخلاص اور محبت اپنے اندر رکھتی ہیں کہ اگر ایک با فراست ایک مجمع میں ان کا مُنہ دیکھے تو یقیناً سمجھ لے گا کہ یہ خدا کا ایک معجزہ ہے جو ایسے اخلاص ان کے دل میں بھر دیئے۔ ان کے چہروں پر ان کی محبت کے نور چمک رہے ہیں۔ وہ ایک پہلی جماعت ہے جس کو خدا صدق کا نمونہ دکھلانے کے لئے تیار کر رہا ہے۔"[۴]

(ج)۔ معاونین سلسلہ کے نام حضرت اقدس نے رقم فرمائے:۔
"جنہوں نے حتی الوسع میرے دینی کاموں میں مدد دی یا جن پر مدد کی امید ہے۔ یا جن کو اسباب میسر آنے پر تیار دیکھتا ہوں۔"

---

[۱] الحکم ۲۴ر دسمبر ۱۹۰۱ء (صفحہ ۱۶ کالم ۲)۔ [۲] الحکم ۱۰ر اکتوبر ۱۹۰۲ء (صفحہ ۱۵ کالم ۲)۔ [۳] مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم۔ [۴] ضمیمہ انجام آتھم۔

ان میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب کا نام نامی بھی ہے۔

حضور ان چنیدہ احباب کے متعلق فرماتے ہیں :۔

"یہ سب علیٰ حسبِ مراتب اس عاجز کے مخلص دوست ہیں"

پھر حضور ان چنیدہ احباب کے لئے جن کو حضور نے "مخلص دوست" قرار دیا ہے۔ لمبی دُعا کے آخر پر تحریر فرمایا ہے :۔

"(اے اللہ!) ان میں اور ان کے نفسوں میں دُوری ڈال اور ایسا کر کہ وہ تجھ میں ہو کر بولیں اور تجھ میں ہو کر سُنیں اور تجھ میں ہو کر دیکھیں اور تجھ میں ہو کر ہر ایک حرکت (و) سکون کریں ...... اے بارِخدا! یہ جماعت تیری جماعت ہے۔ اس کو برکت بخش اور سچائی کی رُوح ان میں ڈال کہ سب قدرت تیری ہی ہے۔ آمین"[1]

یہاں احباب کے پیش کردہ چندہ کے وعدہ میں منشی صاحب کا بھی وَعدہ درج ہے۔

(د) ۔ حاجی محمد ولی اللہ صاحب نے اپنی تعمیر کردہ مسجد کا متولّی منشی حبیب الرحمٰن صاحب کو بنا دیا تھا۔ احمدی احباب چند افراد تھے۔ اعلیٰ حکام کے اشارہ پر مخالفین نے مسجد پر قبضہ کر لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشورہ سے منشی صاحب نے مخالفین پر دعویٰ کر دیا۔ ایک دفعہ حضرت منشی فیاض علی صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں دُعا کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ کوئی ضرورت دُعا کی نہیں۔ اگر یہ سلسلہ خدا کا ہے تو مسجد تمہارے پاس واپس آجائے گی۔

منشی فیاض علی صاحب نے حضور کی اس بات کا اعلان کر دیا۔ اور مخالفین کو بھی اس کا علم ہو گیا۔ مقدمہ سات سال جاری رہا اور بالآخر معجزانہ رنگ میں اس کا فیصلہ جماعت احمدیہ کے حق میں ہوا۔[2]

(ھ) ۔ حضرت اقدس نے مکتوبات میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب کو "محبّی عزیزی" ۔ "محبّی اخویم" و "مشفقی محبّی اخویم" کے تکریمی الفاظ سے مخاطب فرمایا ہے۔ زہے قسمت![3]

(و) ۔ اوّلین جلسہ سالانہ منعقدہ ۱۸۹۱ء جس میں صرف پچھتّر[5] احباب نے شرکت کی تھی اس میں اور پھر ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے کے مواقع آپ کو حاصل ہوئے۔ تین سو تیرہ صحابہ کی دونوں فہرستوں میں آپ کا نام نامی درج ہے۔[4]

آپ کی وفات

حضرت منشی صاحب نے یکم دسمبر ۱۹۳۰ء کو وفات پائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اعلان کروایا کہ مرحوم پرانے مخلصین و سابقون میں سے تھے۔ بیرونی جماعتیں جنازہ پڑھیں

---

[1] ازالہ اوہام (حصّہ دوم)۔ [2] الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء (صفحہ ۳ کالم ۴) و اصحاب احمد جلد چہارم
[3] ۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم ۔ [4] ۔ آئینہ کمالاتِ اسلام و انجام آتھم (ضمیمہ)

تو سابقون کے اعزاز کے لحاظ سے مناسب اور موجب رضائے الٰہی ہوگا۔ (الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۳۰ء)

حضرت اقدس علیہ السّلام نے اپنے قلمی مکتوب (مندرجہ بدر یکم اکتوبر ۱۹۰۸ء) میں حضرت میاں محمد خان صاحب رضؓ کپورتھلوی کو رقم فرمایا :۔

" مَیں آپ کو اور اپنی اس تمام مخلص جماعت کو ایک وفادار اور صادق گروہ یقین رکھتا ہوں۔ اور مجھے آپ سے اور منشی اروڑا صاحب اور دوسرے کپورتھلہ کے دوستوں سے دلی محبت ہے ...... مَیں اُمید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دُنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے۔"

اللّٰھمّ صلّ علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰلِ محمّدٍ وبارک وسلّم انّک حمیدٌ مجیدٌ

تعلیم القرآن کلاس

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اٹھارھویں (۱۸) فضل عمر تعلیم القرآن کلاس امسال ماہِ رمضان کے بتاریخ ۷ ارتا ۳۱ رجولائی ۱۹۸۳ء مرکز سلسلہ ربوہ میں منعقد ہوگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ ۔ جملہ انصار سے درخواست ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس بابرکت کلاس میں شامل ہوں۔

(ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن)

نئے دیہات

میں اصلاح وارشاد کا کام شروع ہو چکا ہے اور خوش کُن نتائج کی خبریں پہنچ رہی ہیں الحمد للہ۔ سب مجالس کے سبھی انصار اس اہم فریضہ کی طرف پُوری توجہ دیں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو جلد پُورا فرمائے گا۔ اس نے سچ ہی تو فرمایا ہے اِنّی معین من اراد اعانتک ۔ مَیں (اللہ) یقیناً مدد گار رہوں گا اس کے لئے جو تیرے (مسیح موعود کی) مدد کا ارادہ کرے گا ــــــــــ

(قیادت اصلاح وارشاد انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی وفود

يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۖ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۖ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (المائدہ: ۶۸)

یہ مقالہ اجتماع انصار اللہ منعقدہ ۱۹۸۲ء میں غلام باری سیف نے پیش کیا۔ (ادارہ)

سورۃ مائدہ کی اس آیت کا ترجمہ یہ ہے :-

اے رسول تیرے ربّ کی طرف سے جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے اُسے لوگوں تک پہنچا۔ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ یقیناً اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دے گا۔

یہ آیت بتلاتی ہے کہ خدا کا پیغام پہنچانے والوں کی جان تک لینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بخاری کے آغاز میں یہ ذکر ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی آپ گھر تشریف لائے۔ تو ذمہ داری کا احساس آپ کے روئیں روئیں سے ظاہر تھا۔ آپ کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا گھبرائی ہوئی اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ بوڑھے ورقہ نے جو آنکھوں سے نابینا لیکن دل کے بینا تھے کہا خدیجہ ان پر خدا کی وحی کا نزول ہوا ہے۔ میرے قویٰ مضمحل ہو چکے ہیں۔ اے کاش میں اُس دن تک زندہ رہ سکتا جب اے محمدؐ تیری قوم تجھے گھر سے بے گھر کر دے گی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میری قوم مجھے گھر سے نکال دے گی۔ بوڑھے ورقہ نے کہا ہاں جو پیغام آپ لائے ہیں اور جو بھی یہ پیغام لایا اسی سے دشمنی ہی کی گئی۔ (بخاری باب کیف کان بدء الوحی)

بوڑھے ورقہ نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ ابناء دُنیا کو جب بھی آسمانی سندیسہ سُنایا گیا وہ سیخ پا ہی ہوئے۔ وہ پیغام لانے والے کے درپئے آزار ہو گئے۔ تبلیغ کا فریضہ کوئی آسان نہیں یہ جان جوکھوں کا کام ہے۔ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں ٭ ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار

اور تاریخِ اسلام شاہد ہے خدا کے برگزیدہ رسول سرتاج مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فریضہ کو کما حقہٗ سرانجام دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر لاکھوں صحابہ نے اس امر کی شہادت دی۔ آمنہ کے لال صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے تین بار استفسار فرمایا اَلَاھَلْ بَلَّغْتُ ۔ لوگو! کیا میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ہاں آپ نے پہنچا دیا۔ تب خدا کے محبوب بندے نے خدائے ذوالعرش سے کہا اللّٰھمّ اشْھَدْ ۔ اے اللہ یہ گواہی قبول کیجئے۔ میں نے رسالت کا فریضہ ادا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۔ تو آپ نے ایک ایک قبیلہ کو پکارا اور خدا کا پیغام دیا۔ (ادب المفرد باب وجوب صلۃ الرحم) اللہ نے فرمایا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (حجر آیت: ۹۵)۔

تو آپ نے اس طرح پیغام پہنچایا کہ حج کے موسم میں ایک ایک خیمہ میں جاتے۔ انہیں خدا کا پیغام پہنچاتے۔ مکّہ والوں نے جب خدا کے پیغام کو قبول کرنے سے انکار کیا تو طائف کا سفر اختیار فرمایا۔ اوباشوں نے خدا کے منادی کو یہ بدلہ دیا کہ جھولیوں میں پتھر بھر لئے اور خدا کی مجسّم رحمت کو لہولہان کر دیا۔ گاؤں سے جبراً باہر نکال دیا۔ خواص نے آوازے کسے۔ لیکن رسول بطحا نہ مایوس ہوئے نہ تھکے۔

موقع میسّر ہؤا تو آپ نے بادشاہوں کو خدا کا پیغام پہنچایا۔ عوام و خواص کو خود پیغام پہنچایا۔ اور پیغام پہنچانے کیلئے وفود تیار کئے۔ بے شک پیغام پہنچانے کا ایک ذریعہ خطوط یا لٹریچر ہے۔ لیکن اسے مؤثر بنانے کے لئے وفود یعنی مبلّغین کا وجود بے حد ضروری ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تبشیر کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:۔

"صرف لٹریچر کافی نہیں۔ اکیلا لٹریچر صحیح روح پیدا نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے مبلّغ بھی APPROACHABLE ہونا چاہیئے۔"

نجاشی کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تو ساتھ وفد بھیجا۔ مؤرخ ابن اسحاق لکھتے ہیں جب مکّہ فتح ہؤا تو آپ نے ماحولِ مکّہ میں تبلیغی وفود بھجوائے۔ ایک وفد کا سربراہ حضرت خالدؓ کو مقرر کیا۔ لیکن اتفاق ایسا ہؤا کہ بنو جذیمہ کے ساتھ خالدؓ کی مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب جھڑپ کی خبر پہنچی تو آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اللّٰھمّ اِنّی ابرأ الیکَ ممّا صنع خالدٌ اے اللہ میں اُس فعل سے جو خالد نے کیا برأت کا اظہار کرتا ہوں کہ داعی الی الخیر کو تو ہر قسم کے تشدد سے پرہیز ہی لازم ہے۔ چنانچہ اس کی تلافی کے لئے آپ نے پھر حضرت علی کو بھیجا۔ (ابن ہشام جزء رابع ص۸۸۲ تا ص۸۸۳)

حدیبیہ کے موقعہ پر بپھرے ہوئے قریش کو سمجھانے کے لئے آپ نے حضرت عثمان کو سفیر امن بنا کر بھجوایا۔ واقعہ ہجرت سے قبل اہل مدینہ میں تبلیغ کے لئے آپ نے بارہ نقیب مقرر کئے۔ ان میں سے ایک حضرت مصعبؓ بن عمیر تھے۔

یوں تو ہر صحابی مبلّغ تھا۔ ابن ہشام نے اُن اکابر صحابہ کے نام دیئے ہیں جو حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ مثلاً حضرت عثمان بن عفّانؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ طلحہؓ بن عبید اللہ۔ اور یہ چاروں وہ تھے جنہیں ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الّا وحیٌ یوحیٰ کی زبان مبارک سے اسی دنیا میں جنّت کی خوشخبری مل گئی تھی۔ (ترمذی ابواب المناقب۔ مناقب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف)

تاہم بموجب آیتِ قرآنی

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (آل عمران آیت ۱۰۵)

ایک گروہ ایسا ضرور ہونا چاہیئے جو داعی الی الخیر ہو۔ جو اپنے آپ کو تبلیغ وتعلیم کے لئے وقف کر دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں یہ گروہ مسجد نبوی میں رہتا تھا۔ دن کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور رات کو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے (بخاری باب العون بالمدد)

حضرت ابوہریرۃ کہتے ہیں۔ لباس ان کا یہ تھا کہ اگر تہ بند ہے تو جسم کے بالائی حصّہ کے لئے چادر نہیں ہے۔ اگر اوپر چادر میسّر آگئی تو نچلے حصّے کو ڈھانکنے کے لئے تہ بند ندارد۔ (بخاری نوم الرجل فی المسجد) لیکن یہ اسلام کے فدائی تھے۔ راہ خدا میں ان نازش فرزندان تاریخ نے اسطرح جان دی کہ اُن کی قربانی کی تفصیل سُنکر خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے۔ اور آنکھ آنسوؤں کا ہدیہ پیش کرتی ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ بنو سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ہم نے اسلام کو قبول کرلیا ہے۔ ہمارے ساتھ کچھ آدمی روانہ کیجئے جو ہماری قوم کو تبلیغ کریں۔ حضور نے انصار میں سے ستّر آدمیوں کو اُن کے ساتھ بھیجا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہم اُن کو قرّاء کے لقب سے ملقب کرتے۔ یعنی قرآن مجید پڑھنے والے۔ احادیث میں رعل اور ذکوان قبیلہ کے ساتھ عقبہ اور بنو عیان کا بھی ذکر آیا ہے۔ اور یہ شُبہ ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے۔ مؤرخین نے اسے الگ الگ قرار دیا ہے۔ لیکن چونکہ یہ قریب قریب وقوع پذیر ہوئے تھے۔ اس لئے کچھ اختلاط ہوگیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور نے انہیں خط دے کر عامر کلابی کی طرف بھیجا تھا۔ لیکن وہاں کے لوگوں نے دھوکا دے کر ان کو شہید کر دیا۔ بہرحال ان جان نثاروں میں سے آپ بعض کی جان سپاری کی تفصیل سُنیئے۔

حرام بن ملحان۔ یہ حضرت انس کے ماموں تھے۔ یہ بھی بئرمعونہ کے شہداء میں سے تھے۔ حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ جب یہ اپنی منزلِ مقصود کے قریب پہنچے تو حرامؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم یہیں ٹھہرو۔ مَیں جاتا ہوں اور پتہ کرتا ہوں چنانچہ اُن کی وادی میں پہنچ کر انہوں نے آواز دی۔ لوگو! مَیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کا پیام بر ہوں۔ مجھے امان دیجئے تا کہ مَیں تم سے بات کرسکوں۔ یہ اُن سے بات کررہے تھے کہ ایک شخص ان کی پشت کی جانب سے آیا۔ اُس نے پشت کی جانب سے نیزہ کا ایسا وار کیا کہ آر پار ہوگیا۔ خون کا فوارہ چھوٹا تو حرام نے اپنا اوک اپنے خون سے بھرا۔ اور اپنے مُنہ پر اس سے گلکاری کی اور نعرہ بلند کیا۔ فُزْتُ وربِّ الکعبۃ۔ کعبہ کے ربّ کی قسم میں نے مقصد زیست پا لیا۔ حرام کو شہید کرنے کے بعد انہوں نے باقیوں کا کھوج لگایا۔ اور اُن کو بھی شہید کردیا۔ احادیث میں آتا ہے انہوں نے مرنے سے پہلے کہا:۔

بلّغوا اخواننا اَنْ قد لقینا ربّنا فرضیَ عنّا ورضینا عنہ

(بخاری باب العون بالمدد۔ اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۵)

ہمارے بھائیوں کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم خدا کو ایسی حالت میں ملے کہ وہ پروردگار ہم سے راضی تھا۔ اور ہم اُس آسمانی آقا سے۔

کتنا خوش قسمت اور فدائی تھا یہ کنبہ۔ انسؓ کے ماموں حرام کا واقعہ آپ نے سُنا۔ حرام کی بہن کو بھی اُن کی دُعا کی بدولت شہادت نصیب ہوئی تھی۔ اُن کے چچا انس بن نضر اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ انہوں نے بدر میں شریک نہ ہو سکنے کی حسرت کی وجہ سے اُحد سے بہت پہلے کہا تھا۔ اگر مجھے اب موقعہ ملا تو لَيَرَيَنَّ اللّٰہ مااَصْنَعُ خدا دیکھے گا میں کیا کرتا ہوں۔ اور پھر جان نثار نے جب یہ افواہ سُنی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ تو تلوار کا میان توڑ کر دشمن کی صفوں پر پل پڑے جسم پر تلواروں، تیروں، نیزوں کے اسّی سے اوپر زخم تھے۔ بدن کا اس طرح قیمہ ہؤا تھا کہ لاش پہچانی نہ جاتی تھی۔ بہن نے پوروں سے پہچانا کہ یہ میرے بھائی کی انگلیاں ہیں۔ اور حضرت انسؓ کو دس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بخاری میں ایک اور وفد کا بھی ذکر ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب کے بیٹے عاصم کے نانا عاصم بن ثابت انصاری کی زیرِ قیادت بھیجا تھا۔ دشمن نے ان کا پیچھا کیا۔ تو یہ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ دشمن نے پہاڑی کا محاصرہ کر لیا اور انہیں نیچے اُتر آنے کو کہا۔ اور امان دینے کا وعدہ کیا۔ عاصم نے کہا مجھے کافر کی ذمہ داری کا اعتبار نہیں۔ انہوں نے تیر اندازی سے ان میں سے سات کو شہید کر دیا۔ خبیب انصاری اور ابن دثنہ اور ایک اور نے اُن کے عہد پر اعتبار کر لیا۔ اور نیچے اُتر آئے اُن کے آتے ہی دشمن نے اُن کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ تیسرے آدمی نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کیا تو اُسے وہیں دشمنوں نے قتل کر دیا۔ خبیب اور زید بن دثنہ دونوں کو مکّہ لے آئے۔

بدر کے میدان میں اسی خبیب کے ہاتھوں کافر سردار حارث بن عامر قتل ہؤا تھا۔ اس لئے اُس قتل کا بدلہ لینے کے لئے انہوں نے خبیب کو خرید لیا۔ انہوں نے خبیب کے قتل کے لئے ایک دن مقرر کیا۔ جب وہ حرم سے باہر خبیب کو قتل کرنے کے لئے لے گئے تو خبیب نے کہا مجھے قتل سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ دشمن نے اس کی اجازت دیدی۔ خبیب نے دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو انہیں کہا اگر تمہیں یہ ظن نہ ہوتا کہ میں موت سے گھبرا کر ایسا کر رہا ہوں تو بخدا نماز لمبی کرتا۔ اور پھر یہ شعر پڑھتے ہوئے گردن تلوار کے آگے جھکا دی۔

وَلَسْتُ اُبالی حِیْنَ اُقْتَلُ مسلمًا ٭ عَلٰی اَیِّ شقٍّ کانَ لِلّٰہ مَصْرَعِی

وذٰلکَ فی ذاتِ الالٰہ وان یَشَاء ٭ یبارک علٰی اوصالِ شِلوٍ مُمَزَّع

جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو مجھے پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو گرتا ہوں۔ اور خدا کو قدرت حاصل ہے۔ اگر چاہے تو میرے کٹے ہوئے اعضا میں برکت ڈال دے۔

راوی کہتے ہیں خبیب پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل سے پہلے دو رکعت نماز کی ریت ڈالی۔ ماموریِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فرماتے ہیں۔ مبلّغ کے لئے تین ضروری اوصاف ہیں۔ عمدہ نمونہ۔ صحیح علم اور جرأت (ملفوظات جلد سوئم ص۳۶۹ ،ص۳۷۰)

مَیں اُوپر ذکر کر آیا ہوں کہ مدینہ ہجرت سے پہلے جو وفد تبلیغ وتعلیم کے لئے بھجوایا تھا۔ اُن میں ایک مصعب تھے۔ یہ مکّہ کے بہت خوشحال۔ خوش پوش۔ خوش خوراک نوجوانوں میں سے تھے۔ سب سے قیمتی عطریہ استعمال کرتے۔ سب سے قیمتی جوتا یہ پہنتے تھے۔ جسم ان کا ناز ونعمت میں پلنے کی وجہ سے ریشم کی مانند نرم تھا۔ (اسد الغابہ جلد ۴ ص۳۶۸ تا ص۳۷۰)۔ یہ مسلمان ہو گئے۔ تو مشقت اور فاقوں سے جسم کا رنگ بدل گیا۔ تن ڈھانکنے کے لئے کپڑے بھی میّسر نہ تھے۔ ایک روز حضور مسجد میں تشریف فرما تھے یہ آئے ان کی حالت دیکھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم آبدیدہ ہو گئے۔ فرمایا لوگو! تمہارا اس دن کیا حال ہوگا جب صبح ایک جوڑا پہنوگے اور شام کو دوسرا جوڑا۔ اور تمہارے سامنے انواع واقسام کے پھل اور کھانے چُنے جائیں گے۔ تم گھروں کو یوں مزیّن کرو گے جیسے خانہ کعبہ کو ملبوس کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ دن کتنے اچھے ہوں گے۔ ہم کسب روزگار سے مستغنی ہوں گے۔ اور عبادت کے لئے فارغ۔ معلّم خیر صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ انتم الیوم خیرٌ منکم یومئذٍ۔ یعنی تم آج اُس دن سے بہتر ہو۔ یہی وہ مصعب بن عُمیر ہیں جنہیں اُحد کے دن پُورا کفن بھی میّسر نہ ہُوا تھا۔ انہیں یاد کر کے عبدالرحمٰن بن عوف افطاری کے وقت رو دیئے تھے کہ انہوں نے سب اجر اگلے جہان میں لیا۔ اور ہم نے اپنی قربانیوں کے پھل اسی دنیا میں بھی پا لئے۔ انہیں یہ رونا تھا۔ اور آج ابنائے دُنیا کو یہ رونا ہے کہ طیّبات اس دُنیا میں کیوں نہیں مل رہیں۔

حضرت مولانا راجیکی صاحب کی زندگی کا ایک واقعہ ہے۔ تقسیمِ ملک سے پہلے فیصل آباد کے ضلع میں جلسہ یا مناظرہ میں شرکت کے لئے انہیں جانا تھا۔ ایک احمدی نے آپ کو دیکھا تو جلدی سے حلوائی کی دوکان سے کھوئے کی مٹھائی لے آیا۔ اور مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کر کے عرض کی۔ حضرت مولوی صاحب آپ فلاں جگہ جا رہے ہیں۔ راستہ میں فلاں جگہ کنوئیں کا پانی ٹھنڈا ہے۔ اس کی لسی کر لینا۔ آپ نے وہ تحفہ لے لیا۔ وہ احمدی ابھی چند قدم واپس ہُوا تھا تو اُسے آواز دے کر بُلایا اور فرمایا میاں یہ لو اگر ہم پیڑوں کی لسی پینے لگ گئے تو ہم تبلیغ کیا خاک کریں گے؟

میرے انصار بھائیو! تبلیغ جنون کا تقاضا کرتی ہے۔ ایثار اور بے نفسی کے بغیر تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ اگر دُنیا فتح کرنی ہے تو محنت اور مشقت کو اپنانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰاَیُّھَا الاِنسانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدحًا فَمُلٰقِیہِ۔ (انشقاق آیت: ۷)۔ اے انسان خدا کو ملنے کے لئے تجھے مشقت برداشت کرنا ہوگی۔ فرمایا افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ (سورۃ الغاشیہ آیت: ۱۸) اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے۔ بھوکا پیاسا۔ کمر پر بوجھ اُٹھائے کس طرح صحرا کو عبور کرتا ہے۔ اور آج آپ کو تبلیغ کے جو نتائج نظر آ رہے ہیں یہ مرہونِ منّت ہیں ایثار پیشہ مبلّغین کی مساعی کے۔ سچ کہا کسی نے ؎ کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا۔

بُدھ مذہب کے زوال کے اسباب بیان کرنیوالوں نے ایک سبب اس کا یہ بیان کیا کہ اُن کے مبلغین یعنی بھکشو طالب دُنیا ہو گئے تھے۔ اسلام رہبانیت کا قائل نہیں۔ لیکن دُنیا سے دل لگانے سے ضرور منع کرتا ہے۔ دُنیا کو مطمح نظر بنانے سے روکتا ہے۔ مامورِ زمانہ فرماتے ہیں:۔

بدنیائے دوں دل مبند اے جواں ٭ تماشائے آں بگذر د ناگہاں

دینی معلومات

سوال:۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی دادی کا کیا نام ہے۔ نیز آپ کے دادا کے کچھ حالات بیان کیجئے۔

جواب:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے دادا عبد المطلب کی پہلی بیوی کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ ہے۔ آپ کے والد محترم حضرت عبداللہ کی والدہ محترمہ کا نام فاطمہ ہے۔ اور پڑدادی کا نام سلمیٰ بنت زید۔

تاریخ کی کُتب میں مذکور ہے کہ جس دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی نسبت وہب کی بیٹی آمنہ سے ہوئی۔ اسی روز حضرت عبدالمطلب کی منگنی وہب کے بھائی وہیب کی بیٹی ہالہ سے ہوئی۔ آمنہ کو بھی وہیب نے ہی پالا تھا۔ حمزہ انہیں سے پیدا ہوئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت ہوئی حضرت عبدالمطلب کی عمر ستر سال سے متجاوز تھی۔ حضرت عبدالمطلب کے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ حضرت عبداللہ بہت خوبرو نوجوان تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نانا کا نام وہب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی والدہ محترمہ بنو نجار میں سے تھیں اور بہت عالی حسب میں سے تھیں۔

سوال:۔ کیا یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلّم ہے کہ میری اُمّت تہتّر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ اس حدیث کے راوی کون ہیں۔ اور یہ فرقے کون کونسے ہیں؟

جواب:۔ یہ حدیث کئی کتب حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ ابو داؤد باب شرح السنۃ میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم افترقت الیھود الی احدی او ثنتین و سبعین فرقۃ وتفرّقت النصارٰی علٰی احدی او ثنتین وسبعین فرقۃ وتفترق امّتی علٰی ثلث وسبعین فرقۃً ۔　　(ابوداؤد کتاب السنّہ)

کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ یہود اکہتر بہتر فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ عیسائی اکہتر بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ میری امّت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی۔

اُمت کے تہتر فرقوں پر بہت سی کُتب لکھی گئیں۔ الملل والنحل بغدادی کی کتاب ہے۔ اور اس کتاب میں انہوں نے اپنے استاذ ابو اسحاق سفراینی سے استفادہ کیا۔ الملل والنحل کے مصنف ابومنصور عبدالقاہر کا زمانہ پانچویں صدی ہجری ہے۔ اس کے علاوہ علامہ شہرستانی کی کتاب "کتاب الملل والنحل" اسی موضوع پر ہے۔ یہ چھٹی صدی ہجری میں ہوئے۔ ابن حزم کی کتاب۔ کتاب الفصل

فی الملل والنحل ہے۔ یہ پانچویں صدی میں ہوئے۔ بغدادی کی کتاب کا نام کتاب " الفَرق بین الفِرق " ہے۔ اس کا خلاصہ یا اختصار کیا۔ " مختصر کتاب الفرق بین الفرق " کے نام سے عبدالرزاق نے جسے مطبع الہلال نے مصر سے ۱۹۲۶ء میں شائع کیا۔ ان کُتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرقے پہلی چار صدیوں میں وقوع پذیر ہو چکے تھے۔ اس کتاب میں تمام فرقوں کے نام اور اس کا مختصر تعارف درج ہے۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلے باب میں افتراقِ امّت کی حدیث اور اس کے راویوں پر بحث ہے۔ اس کے راوی ہیں انس بن مالک۔ ابوہریرہؓ۔ ابودرداؓ۔ جابرؓ۔ ابوسعید خدریؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ عبداللہؓ بن عمرو بن عاص۔ ابوامامہؓ اور وائلہ بن الاسقع ہیں۔

دوسرے باب میں افتراق امّت کی کیفیّت ہے جس میں پہلا افتراق یہ بیان کیا کہ بعض صحابہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے وصال پر کہنا شروع کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فوت نہیں ہوئے۔ پھر آپ کی تدفین کی جگہ۔ قبیلہ بنو ساعدہ میں مسئلہ خلافت پر اختلاف، تعیین زکوٰۃ کا اختلاف، شہادت حضرت عثمانؓ۔ جنگ جمل۔ اور صفین۔ اس کے بعد عقائد کے بارہ میں

چوتھے باب میں سترہ فصلیں ہیں جن میں روافض میں بیس فرقوں کا ذکر ہے۔ اُن کے مندرجہ ذیل نام ہیں:-

زیدیہ۔ کیسانیہ۔ امامیہ۔ جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ ابتریہ۔ امامیہ۔ کاملیہ۔ المحمدیہ۔ الباقریہ۔ الناوسیہ۔ الشمیطیہ۔ العماریہ۔ الاسماعیلیہ۔ الموسویہ۔ المبارکیہ۔ القطعیہ۔ الهشامیہ۔ الزراریہ۔ الیونسیہ۔ الشیطانیہ۔

دوسری فصل میں خوارج کا ذکر ہے۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

ازارقہ۔ النجدات۔ الصُّفریہ۔ العجاردہ۔ المازیہ۔ الشعیبیہ۔ الخلفیہ۔ المعلومیہ والمجہولیہ۔ الصلتیّہ۔ الحمزیہ۔ الثعالبہ۔ المعبدیہ۔ الاخنسیہ۔ الشیبانیہ۔ الرشیدیہ۔ المکرّمیہ۔ اباضیہ۔ الحفصیہ۔ الحارثیہ۔ الشبیبیہ۔

تیسری فصل میں قدریہ اور معتزلہ کا ذکر ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:-

الواصلیہ۔ العمریہ۔ الہذیلیہ۔ النظّامیہ۔ الاسواریہ۔ المعمریہ۔ البشریہ۔ الہشامیہ۔ المرداریہ۔ الجعفریہ۔ الاسکافیہ۔ الثمامیہ۔ الجاحظیّہ۔ الشحامیہ۔ الخیاطیۃ۔ الکعبیہ۔ الجبائیہ۔ البہشمیہ۔

چوتھی فصل میں مرجئہ کے فرقوں کا ذکر ہے۔ الیونسیہ۔ الحسّانیہ۔ التومنیہ۔ الثوبانیہ۔ المریسیہ۔

پانچویں فصل۔ النجاریہ کے تین فرقے البرغوثیہ۔ الزعفرانیۃ۔ المستدرکہ۔ چھٹی فصل میں جہمیہ۔ بکریہ۔ الضراریہ کا ذکر ہے۔ ساتویں فصل میں کرامیہ کا۔ آٹھویں فصل میں المشبّہ کے ۱۶ فرقوں کا ذکر ہے۔ باقی فصلوں میں ایک ایک فرقے کا ذکر ہے۔ اور کہا یہ منسوب اسلام کی طرف ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام میں سے نہیں۔

چل بسے سب انبیاء ورا ستاں

یہ دُنیا فانی ہے ۔انسان فانی ہے ۔یہ دارالامتحان ہے اور آخرت دارالجزا ہے ۔ہر انسان جو پیدا ہُوا ایک وقت تک اس کا جسم نشوونما پاتا ہے ۔اورپھر وہ وقت آجاتا ہے جب اس میں ضعف و انحطاط کے آثار ظاہر ہوتے ہیں ۔فرمایا

اللّٰہ الّذی خلقکُمْ مِنْ ضُعْفٍ ثمَّ جعل من بَعدِ ضعفٍ قوّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بعدِ قوّۃٍ ضُعْفًا و شیبَۃً ۔ (الروم آیت :۵۵)

اور پھر وہ وقت آجاتا ہے جب رُوح اس جسم سے جُدا ہو جاتی ہے ۔کوئی اس سنّت سے باہر نہیں ۔

خدا کی ہی ذات ہے جو ابدی اور ازلی ہے ۔ وہ مصداق ہے الان کما کان ولم یلق نداًلا کا ۔کوئی انسان اس کی صفت میں شریک نہیں ۔سب رسولوں کے سرتاج ،سیّدالبشر محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم بھی اس فانی دنیا سے رخصت ہو گئے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وما محمّدٌ اِلاّ رسول قدخَلَتْ من قبله الرسل ۔ (آل عمران آیت)

کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) بھی ایک رسُول ہیں ۔آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ۔ اور اِسی آیت سے وصالِ رسول اللہ علیہ وسلّم پر سیّدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا تھا ۔آپ سے پہلے سب انبیاء کی وفات کی خبر بھی قرآن نے دی ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

ماالمسیح ابن مریم الاّ رسول قدخلت من قبله الرسل ۔مسیح ابن مریم بھی ایک رسول ہیں اور آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں ۔

یہ دونوں آیات واضح کرتی ہیں کہ کوئی نبی یا صالح ۔خدا کا مقرب ہو یا ولی ۔اگر وہ بشر ہے تو خدا کا قانون یہی ہے کہ کلّ نفسٍ ذائقۃ الموت ۔ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور لاکھوں اولیاء اور مقرب جو اس دنیا میں ہوئے وہ اس دارِ فانی سے گذر گئے ۔

قدخلت کے معنے لغت اور قرآن مجید میں وفات ہی ہیں ۔ جیسے کہ فرمایا قدخلت من قبلها اممٌ (رعد ع) الّذین خَلَوا من قبل (احزاب ع) مشہور لغت کی کتابیں ۔لسان العرب ۔ اقرب ۔تاج العروس ۔میں خلا فلانٌ کے معنے مات یعنی موت ہی کئے ہیں ۔محاورات عرب بھی یہی ہیں

اذا سیّدٌ منّا خَلاَ قام سیّدٌ ؛ قَوُولٌ لما قال الکرام فعول

کہ جب کوئی سردار ہم میں سے فوت ہوجاتا ہے ۔ تو اس کی جگہ دوسرا سردار لے لیتا ہے جو قول اور عمل دونوں کا دھنی ہوتا ہے ۔

مَیں ایک سال عرب میں رہا ۔کبھی کسی عرب نے یہ نہیں کہا کہ خلا کے معنے وفات نہیں ۔

اوپر کی دونوں آیات کو یاد کیجیے ۔بہت واضح حقیقت ان میں بیان ہے کہ تمام انبیاء ،صلحاء اس دُنیا فانی سے ہمیشہ ہمیش کے لئے رخصت ہو گئے ۔ کلّ من علیها فان ویبقیٰ وجه ربّکَ ذوالجلال والاکرام ۔

شذرات

اُن کے نقاب کون اُلٹے

"صدر ضیاء الحق کی اپیل" کے عنوان کے تحت معاصر جنگ لکھتا ہے ۔

"صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ فرقہ واریت سے پرہیز کریں۔ خیر پور میں ایک شہری استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے صدر نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ملک کے بعض علاقوں خصوصاً کراچی میں فرقہ واریت اور تعصبات پھیل رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ فرقہ واریت اور تعصبات قوموں کو دیمک کی طرح کھا جاتے ہیں۔ ہر شخص کو اپنے عقائد پر کاربند رہنے کا حق حاصل ہے۔ اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کے عقائد میں دخل اندازی کرے یا کسی کو کسی طرح بھی ضرر پہنچائے۔ صدر نے بڑی درد مندی کے ساتھ عوام سے اپیل کی کہ وہ قوم و ملک کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اتحاد کو برقرار رکھیں۔ اور اسلامی تعلیمات کے مطابق بھائیوں کی طرح رہیں۔ صدر ضیاء الحق کی یہ اپیل ہر محبِّ وطن کے دل کی آرزو ہے۔ گذشتہ کچھ عرصے کے دوران ملک کے بعض علاقوں خصوصاً کراچی کے چند محلوں میں فرقہ وارانہ تعصّب کے جو چند واقعات پیش آئے۔ جن میں جانی و مالی نقصانات کے علاوہ عبادت گاہوں کی جس طرح بے حرمتی ہوئی اس پر آج ہر مسلمان کا دل خون خون ہو چکا ہے۔ ان واقعات کا جب متعلقہ فرقوں کے کسی بھی عام شخص سے یا اُن کے راہنماؤں سے ذکر کیا جاتا ہے تو وہ ان سے نہ صرف لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔ بلکہ ان کی مذمت بھی کرتے ہیں۔ اس سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ صورتِ حال سے بعض ایسے عناصر فائدہ اُٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو اسلام، انسانیت اور ملک و قوم کے خود دشمن ہیں یا ان کے دشمنوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ حکومت اور محبِّ وطن عوام کی طرف سے فرقہ واریت اور تعصّب کی آگ کو جس قدر بجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ عناصر اس پر تیل چھڑکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے چہروں پر نقاب ڈال کر تخریبی کارروائیاں کی ہیں۔ جب کہ متاثرہ علاقوں کے مختلف فرقوں سے تعلّق رکھنے والے عوام بھائی بھائی کی طرح رہتے آئے ہیں۔ اور ایک اچھے پڑوسی طرح ایک دوسرے کے دکھ درد میں ہمیشہ سے ہاتھ بٹاتے رہے ہیں۔ ان کارروائیوں میں ملوّث عناصر دراصل ملک و ملّت کے دشمن ہیں ۔" (روزنامہ جنگ ۱۹ اپریل ۱۹۸۳ء)

مسیح کی گمشدہ بھیڑیں

قدیم تواریخ فارسی جن میں "میراث ایران" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس سے یہ شہادت ملتی ہے کہ دنیا کی دو قدیم ترین سلطنتیں بابل اور فلسطین میں جب انقلابات آئے تو وہاں سے لوگوں نے ہجرت کی اور مشرق و مغرب کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ انہی میں سے چند قبیلے وسط ایشیا کے پہاڑی علاقوں میں پناہ گزین ہوئے۔ اور وہاں جاکر آباد ہوئے۔ ان میں بلتیہ اور گلتیہ نام کی دو بستیاں تھیں...... اسی طرح تانگیر کا گاؤں اس وقت بھی اسرائیل اور لبنان کے بارڈر پر ایک دیہہ ہے۔ ہنزہ کا خیبر اور گلگت کا نیرل اب بھی ہمیں مدینہ کی بستیوں اور خیبر کی یاد دلاتا ہے۔

ایک پہلو یہ بھی ہے گلگت اور بلتستان کا۔

(رسالہ بلورستان ص۱۲۵ تا ص۱۲۶ شائع کردہ شعبہ جغرافیہ گورنمنٹ ڈگری کالج گلگت جون ۱۹۸۲ء)

گلگت۔ بلتستان سے تعارف پروفیسر خالد کاشمیری۔

جب خورس شاہ فارس نے ۵۸۰ قبل مسیح میں رہائی بخشی تو صرف دو قبیلوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ باقی قبائل اپنی نئی بستیوں سے واپس جانے پر راضی نہ ہوئے۔ انہی بنی اسرائیل نے موجودہ کشمیر کا نام کشیر رکھا جو دو لفظوں کا مجموعہ ہے یعنی کاف اور اشیر (ک۔ اشیر) ک کے معنے ہیں مانند۔ اشیر عربی زبان کا لفظ ہے جو شام کے معنے رکھتا ہے۔ یعنی شام کی مانند۔ کشمیر کو انہوں نے شام کی مانند سرسبز و شاداب پایا۔ لہٰذا اسی نام سے یہ سرزمین مشہور ہوئی۔ اور جب تک جس طرح گلیت کو باہر کے لوگ گلگت کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسی طرح کشمیری لوگ کشیر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

بیرونی مؤرخین عرصہ دراز تک ان اسرائیلیوں کو دس اسرائیلی گمشدہ قبائل کا نام دیتے رہے ہیں۔ لیکن محققین اور مؤرخین اب مواصلات کی ترقی اور بہتر تحقیق سے اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ یہ وہی دس گمشدہ قبائل ہیں جو ان دُور دراز علاقوں میں حالاتِ زمانہ کی وجہ سے بکھر گئے۔ اور آباد ہو گئے۔ وہ افغانستان میں ہوں، سندھ میں ہوں، سرحد میں ہوں، یا کشمیر میں ہوں۔ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے وہ ایک ہیں۔ جغرافیائی حالات نے اُن میں فروعی تبدیلیاں ضرور پیدا کی ہیں۔ لیکن اُن کا اصل ایک ہے..... یہ حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل کے گیارہ قبیلوں میں سے ہی کچھ قبیلے ان دروں میں آباد ہوئے تھے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ ملتی النسل لوگ بلتستان کے مقامی باشندے نہ تھے۔ بلکہ بابل سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے..... اس کے بعد کثرت سے شام و بابل کے انقلابات میں اسرائیلی قبائل پہلے یہاں آکر آباد ہوتے رہے......... الغرض مندرجہ بالا بیان کردہ مختصر تاریخی شہادتوں سے یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ گلگت بشمول ملحقہ علاقہ جات نہ تو آریائی ہیں نہ کول دراوڑ سے ان کا تعلق ہے۔ بلکہ یہ وہی لوگ ہیں جو بابل اور فلسطین سے ہو کر یا قیدی بن کر ان علاقوں میں آباد ہوئے۔ اور انہوں نے عراق و شام کی طرح ان علاقوں میں آباد ہو کر اپنے وطن عزیز کے نام پر انہیں یہی نام دیئے اور یہیں آباد ہو گئے۔ (ص۵۹ تا ص۶۰)

پادری کیا کریں

صراط مستقیم برمنگھم اپریل ۱۹۸۳ء تلخ و شیریں کے عنوان کے تحت لکھتا ہے ۔

مغربی دنیا میں شراب نوشی کے خلاف نفرت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے ۔ یہ نفرت اس حد تک تو نہیں پہنچی کہ شرابیوں کی تعداد میں کوئی قابل ذکر کمی واقع ہو جائے ۔ لیکن اتنا فرق ضرور پڑا ہے کہ اب اخبارات کے کالموں اور ریڈیو اور ٹی۔وی کے پروگراموں میں شراب نوشی کے نقصانات پر کھُل کر اظہارِ خیال ہونے لگا ہے ۔

برطانیہ میں جب سے حکومت نے اس تجویز کا اعلان کیا ہے کہ آئندہ شراب کی بوتلوں پر وارننگ لیبل لگایا جائے کہ یہ صحت کے لئے نقصان دہ ہے ۔ تو اس کے بارے میں دلچسپ بیان بازی شروع ہو گئی ہے ۔

برمنگھم کے ایک مقامی اخبار ایوننگ میل نے گذشتہ محکمہ صحت کے نعروں اور ایک پادری کا بیان شائع کیا ہے ۔ جس میں انہوں نے حکومت کی اس تجویز کی مخالفت کی ہے ۔ اور اس مخالفت کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحبان اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ صحت کا مسئلہ ڈاکٹروں کا ہے ۔ اس میں حکومت کو ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں ۔ اور اس بارے میں ڈاکٹر خود مختار ہیں کہ کوئی چیز اگر صحت کے خلاف ہے تو اس سے منع کریں یا نہ کریں ۔ تو گویا کہ شراب صحت کے لئے نقصان دہ ضرور ہے ۔ لیکن چونکہ ڈاکٹروں کو مریضوں کی ضرورت ہے ۔ اس لئے وہ کسی کو اس بیماری سے روکنے کی اجازت نہیں دیں گے ۔ کیونکہ یہ ڈاکٹروں کے معاملات میں مداخلت ہے ؟

پادری صاحبان کی مخالفت اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگوں کی اخلاقی حالت درست کرنا یہ ہماری مرضی ہے کسی دوسرے کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے ۔ پادری ڈیوڈ ایڈیشن نے کہا ہے کہ نعرہ بازی اس مسئلے کا حل نہیں ۔ ایک اَور پادری صاحب نے کہا کہ حکومت کے کرنے کے اور بہت سے کام ہیں ۔ اُسے لوگوں کے اخلاق کا محافظ بننے کی ضرورت نہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہؤا کہ لوگوں کے اخلاق بگڑنے اور گناہوں میں مبتلا ہونے سے اس لئے نہ روکا جائے کہ پادری صاحبان کو ان کی بخشش کے لئے اپنے روزگار کی ضرورت ہے ۔ اگر لوگوں کی اخلاقی حالت سدھر گئی تو یہ بے چارے گناہ کس کے معاف کرائیں گے اور کون ان کے سامنے اعتراف گناہ کرے گا ؟ ۔

ناظمین اضلاع

ناظمین اضلاع کا فرض ہے کہ وہ اپنی تمام مجالس کے ذمہ نئے نئے دیہات لگائیں اور اصلاح و ارشاد کے کام میں سب انصار کو مستقل مزاج بنائیں ۔ اور مساعی کی ماہانہ رپورٹ باقاعدگی سے بھجوائیں ۔

(قائد اصلاح و ارشاد انصار اللہ مرکزیہ ۔ ربوہ)

عاجزانہ راہیں

مکرم منظور احمد صاحب شاد زعیم اعلیٰ ۔ڈرگ روڈ کراچی

" WE ARE ALL SWEEPERS " (ہم سب صفائی کرنے والے ہیں۔) کے الفاظ نے مجھے ہی نہیں اَوروں کو بھی چونکا دیا۔ یہ الفاظ کسی عام آدمی کی زبان سے نہیں نکلے۔ بلکہ پاکستان کے ایک مایہ ناز فرزند ائیر مارشل (ریٹائرڈ) جناب ظفر چوہدری صاحب نے فرمائے۔ مجالس انصار اللہ صدر و ڈرگ روڈ کراچی کے درمیان والی بال کا میچ ہو رہا تھا۔ مکرم چوہدری صاحب صدر کی ٹیم میں بحیثیت ایک کھلاڑی کے ڈرگ روڈ تشریف لائے تھے۔ کینو کھائے جا رہے تھے۔ بعض کھلاڑیوں نے چھلکے گراؤنڈ میں پھینک دیئے۔ خاکسار نے خدام سے کہا وہ چھلکے اٹھا لیں۔ اس پر والی بال کلب کے سیکرٹری صاحب جن کے تعاون سے میچ کھیلا جا رہا تھا۔ کہنے لگے " رہنے دیں ابھی SWEEPER آ کر صفائی کر دے گا۔"

اس پر مکرم ظفر چوہدری صاحب نے زبان سے ہی یہ الفاظ ادا نہیں کئے بلکہ اس کے ساتھ ہی جُھک گئے اور چھلکے اٹھانے شروع کر دیئے۔ محترم چوہدری صاحب کے اس وقار عمل پر ہم احمدی تو متاثر تھے ہی۔ کلب کے سیکرٹری صاحب بہت ہی متاثر تھے۔ اس قسم کی انکساری و عاجزی کے نظارے دُنیائے احمدیت سے باہر مشکل ہی سے ملیں گے اور ایسا کیوں نہ ہو۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ کو اللہ تعالےٰ نے مخاطب کر کے یہی فرمایا تھا کہ اَے پیارے تیری عاجزانہ راہیں ہمیں پسند آگئی ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کی تربیت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اکابرینِ سلسلہ عالیہ احمدیّہ میں بھی خواہ وہ دینی اعتبار سے بڑے ہوں یا دنیوی اعتبار سے ہمیں ایمان افروز نظارے نظر آتے ہیں۔ جماعت کے بڑے سے بڑے عہدیدار کو بھی غیر ایک نظر دیکھنے سے اندازہ نہیں کر سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کس قدر ذی وجاہت شخصیت کو دیکھ رہا ہے۔ بے شمار بزرگ ہیں۔ مَیں اس وقت صرف ایک بزرگ اور ان ہی کے تعلق سے ایک دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ کا ذکر کروں گا۔ میری مراد حضرت مولوی محمد دین صاحب صدر۔ صدر انجمن احمدیّہ سے ہے۔ حضرت مولوی صاحب کی عاجزی اور انکساری احباب جماعت کے لئے محتاج بیان نہیں۔ ۱۹۷۳ء میں خاکسار بحیثیت قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی ۱۵۰ خدام و اطفال کو لے کر سالانہ اجتماع پر حاضر ہوا۔ اس عاجز نے اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ حضور از راہِ شفقت آپ کراچی سے آئے ہوئے ڈیڑھ صد غلاموں کو شرفِ ملاقات بخشیں۔ حضور نے درخواست منظور فرمائی۔ اور بعد نماز عصر مسجد مبارک اور قصرِ خلافت کے درمیانی حصّہ میں ملاقات کے لئے ارشاد فرمایا۔ خاکسار ساتھ کھڑا تھا۔ خدام و اطفال مصافحہ کرتے جا رہے تھے۔ اس دوران حضرت مولوی صاحب آ کر حضور کے پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ جب حضور اس عاجز سے مصافحہ کر کے قصرِ خلافت کے دروازہ

کی طرف مُڑے تو حضرت مولوی صاحب نے عرض کی حضور" اک غریب دی ملنا چاہندا اے ۔" حضور ایک دم پلٹے اور یہ کہتے ہوئے دونوں بازو پھیلا دیئے ۔ "اک غریب اِک غریب الغریب نوں ملنا چاہندا اے ۔"

حضور نے حضرت مولوی صاحب کو دونوں بازو پھیلا کر اس طرح معانقہ کا شرف بخشا جس طرح ایک بے چین ماں اپنے بچے کو لمبے عرصہ کے بعد ملنے پر ساتھ لگا لے ۔

غریب تو سُن رکھا تھا ۔ غریب الغریب کی اصطلاح اور وہ بھی نافلہ موعود خلیفہ ذوالقرنین حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؓ جیسی عظیم شخصیت کی زبان مبارک سے اور پھر اپنے ایک خادم کے مقابلہ پر ۔ یہ سب سیّدنا حضرت امام آخر الزمان کی برکت ہے کہ احباب جماعت میں ایسی پاک تبدیلی پائی جاتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب انصار کو خدام ۔ اطفال ۔ لجنات ۔ ناصرات سب کے لئے نیک نمونہ بننے کی توفیق عطا فرمائے ۔ غرور ۔ تکبّر اور غیر ضروری احساس برتری کا شکار ہونے سے بچائے ۔ یہی ہماری عمروں کا تقاضا ہے ۔ آمین یارب العالمین ۔

نصاب برائے انعامی مقابلہ اطفال الاحمدیّہ

احمدی بچوں میں دینی معلومات کا شوق بڑھانے کے لئے مجلس انصار اللہ مرکزیّہ کے زیرِ اہتمام ہر سال سالانہ اجتماع اطفال الاحمدیّہ کے موقع پر ایک زبانی امتحان / مقابلہ برائے انعامی وظیفہ منعقد کرایا جاتا ہے جس میں اوّل اور دوم آنے والے اطفال کو سند کامیابی کے ہمراہ بالترتیب مبلغ -/۲۴۰ روپے اور -/۱۲۰ روپے کا انعام دیا جاتا ہے ۔ زعماء کرام سے درخواست ہے کہ اپنی مجلس کے زیادہ سے زیادہ اطفال کو اس انعامی مقابلہ کے لئے تیاری کرائیں اور اپنے بہترین طفل کو اس انعامی مقابلہ میں حصّہ لینے کے لئے بھجوائیں ۔ نصاب درج ذیل ہے !

۱ ۔ نماز و اذان مع ترجمہ ۔

۲ ۔ سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات زبانی یاد کرنا ۔

۳ ۔ آخری پارہ کی کم از کم دس سورتیں زبانی یاد کرنا ۔

۴ ۔ اسلام کے بنیادی عقائد ۔

۵ ۔ خلافتِ ثالثہ کے دور میں جاری ہونیوالی تحاریک کا خلاصہ ۔

۶ ۔ جماعت احمدیّہ کی مختصر تاریخ مؤلفہ شیخ خورشید احمد صاحب از صا تا صنا ۔

۷ ۔ کلام محمود سے پندرہ ۱۵ اشعار زبانی یاد کرنا ۔

۸ ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچ الہامات مع ترجمہ

۹ ۔ پانچ اسلامی ممالک اور مقدس اسلامی شہروں کا مختصر تعارف ۔

قائد تعلیم
مجلس انصار اللہ مرکزیّہ ۔ ربوہ

قرارداد تعزیت بروفات حضرت مولوی محمد الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا یہ غیر معمولی اجلاس حضرت مولوی محمد الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رنجیدہ وفات پر دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

حضرت مولوی محمد الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابہ میں سے تھے۔ آپ اُن نیرہ خوش نصیب واقفین زندگی میں سے تھے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک پر طالب علمی کے زمانہ میں اپنی زندگی خدمتِ سلسلہ کے لئے پیش کی اور دمِ واپسیں تک اپنے اس عہد کو نبھایا۔ آپ نے ساری زندگی سلسلہ کی بھرپور خدمت کی اور اس شکور خدا نے بموجب آیت قرآنی اَمَّا مَايَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ۔ آپ کو ایک صدی سے زائد اس معمورۂ ارضی میں فیض رساں زندگی عطا فرمائی۔ آپ نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصّہ بحیثیتِ استاد بسر کیا۔ جہاں جہاں تک احمدیت پھیلی اور پروان چڑھی آپ کے شاگرد وہاں پہنچے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر کی حیثیت میں آپ ایک اعلیٰ منتظم، اچھے استاد اور طلباء کے ہمدرد اور خیر خواہ مشہور تھے۔ بعدہٗ ریویو آف ریلیجنز انگریزی اور اردو کے ایڈیٹر کی حیثیت سے آپ کی زبان دانی کا شہرہ قائم ہوا۔ آپ کی علمی اور تنظیمی صلاحیتوں کی وجہ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نظارت تعلیم آپ کے سپرد فرمائی اور پھر خلافتِ ثالثہ کے عہد میں آپ صدر انجمن احمدیہ کے صدر کے عہدۂ جلیلہ پر متمکن ہوئے۔ تعلیمی اور تنظیمی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زہد، سادہ زندگی، تواضع، رضا بالقضاء کے اعلیٰ اخلاق سے مزین فرمایا تھا۔ آپ کی زندگی آپ کے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر کی مصداق تھی۔

درجہاں و باز بیروں از جہاں ٭ بس ہمیں آمد نشانِ کاملاں

زہد اور تواضع کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظرافت اور مزاح سے حِصّہ وافر عطا فرمایا تھا کہ آپ سے ملنے والا دیر تک اس سے حظ اٹھاتا اور لطف اندوز ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلسلہ کے جہادِ کبیر میں بھی حِصّہ لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ امریکہ میں آپ نے داعی الی اللہ کے فرائض سرانجام دے کر سلسلہ کی تبلیغی تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑے اور جس آستانہ پر آپ نے جوانی میں دھونی رمائی تھی اس سے موت ہی آپ کو علیحدہ کر سکی۔ آپ کی زندگی کا یہ حسین پہلو خدام اور انصار کے لئے ثابت قدمی کی ایک مثال ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات پر آپ کو جن الفاظ میں خراجِ تحسین ادا فرمایا ہے وہ ہمیشہ تاریخ احمدیت میں محفوظ رہیں گے۔ حضور نے داعی الی اللہ کا لقب آپ کو دیتے ہوئے آپ کی صفات، پاک نفس، درویش صفت، مستجاب الدعوات کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا ہے کہ وہ حضرت مولوی صاحبؓ کے درجات کو بلند فرمائے۔ اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور آپ کی جدائی سے جو خلاء پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں سے آنے والی نسل کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اعلیٰ صلاحیتوں اور تعلق باللہ سے اس کو پُر کر سکیں۔ آمین یارب العالمین۔

(ہم ہیں۔ ممبرانِ مجلسِ عاملہ انصاراللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

وَاعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعًا وَلَا تفرّقوا ۔

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو ۔ اور تفرقہ نہ ڈالو ۔

مکرم محمد ابراہیم صاحب باجوہ ایڈووکیٹ زعیم حلقہ محمود آباد کراچی نے یہ مضمون مجلس کے ماہانہ اجلاس میں پڑھا ۔ (ادارہ)

قوموں کی ترقی میں فعّال نظم و ضبط کا ہونا اُن کی یقینی کامیابی کا ضامن ہے ۔ اگر ربطِ ملّت کا فقدان ہو تو یہ مُدعا حاصل نہیں ہو سکتا ۔ ہاں مختلف قوموں اور مذاہب کی تواریخ سے یہ اَمر واضح ہے کہ ایسے ربط کے حصول کا طریق مختلف زمانوں میں مختلف رہا ہے جو اپنے ماحول میں کارگر ہُوا ۔ تاہم اسلام نے ربطِ ملّت کی اجتماعی حیثیت کے استحکام کے لئے مختلف ضابطے متعین کر دیئے کیونکہ فرد اپنی انفرادی حیثیت میں وہ مقام حاصل نہیں کر پاتا جب تک من حیث المجموع فلاح و بہبود پیشِ نظر نہ ہو ۔

مخزنِ معارف قرآن پاک کی تعلیم ہمیں وارکعوا مع الرّاکعین کا درسِ جلیل دیتی ہے تاکہ ہم اپنی زندگی اجتماعی حیثیت سے گذاریں ۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس جہان کے خالق و مالک کو کسی سے عناد نہیں ۔ اُس نے قرآن کریم کو مکمل ضابطۂ حیات بنا کر پُوری کائنات کے لئے باعثِ نجات قرار دیا ۔ اس الہامی کتاب کا ہر درس ہمیں اجتماعی فلاح کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور سورۃ فاتحہ کو مجمل صُورت میں پُورے قرآن کا نچوڑ قرار دیا ۔ جس میں سب دُعائیں من حیث القوم دن میں متعدد بار ہر نماز میں دُہرائی جاتی ہیں ۔ نتیجتاً صفتِ رحمانیت کے تقاضا کے تحت وہ قادر و توانا خدا ہم سب کو بلا لحاظ مذہب و ملّت ہماری ضروریاتِ زندگی بہم پہنچا رہا ہے ۔ چشمۂ غیب سے اُمید کے کھیتوں کو سیراب کر رہا ہے ۔ بغیر مانگے بارش برساتا ہے ۔ موسموں کی رنگینیوں سے سرفراز کر رہا ہے ۔ بے آب و گیاہ نخلستانوں اور بیابانوں کو سرسبز و شاداب کر رہا ہے ۔ انسانی آنکھ خیرہ اور دل مسرور ہو کر سجدہ ریز ہو جاتے ہیں ۔ وہ حکمتوں والا خُدا اسی سورۃ فاتحہ کی دُعا کے صدقے ظلمتیں دُور کر رہا ہے ۔ حق تو یہ ہے کہ یہی صفتِ رحمانیت ہی ہے کہ ویران دلوں کو جِلا بخشنے کے لئے عین وقت پر امام زمان مسیح موعود علیہ السّلام کو مبعوث فرمایا ۔

خدائے قدوس کے پیشِ نظر جنّ و انس سب عزیز ہیں ۔ قدرت کے کارخانے میں کوئی چیز نکمّی نہیں ۔ ظرف دیکھنے والی نظر سمجھ نہیں پاتی ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کر کے بہترین قویٰ سے مزین کر کے اُسے خود مختار چھوڑ دیا مگر اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن ، کی مقدس دُعا بھی سکھا دی تاکہ توفیق خدا سے ملتی رہے ۔ یہ دُعا بھی فردِ واحد کی دُعا نہیں ۔ وارکعوا مع الراکعین کی دُعا ہے جو اھدنا الصّراط المستقیم پر منتج ہوتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے تو اپنی وحدانیت کے قیام کے لئے سیدھا سادا مذہب اسلام انسانیت کی فلاح کے لئے قرآن پاک کی صورت

میں عطا کیا تاکہ فطری تقاضوں کی پرورش ہوتی رہے۔ افسوس انسانوں کی خودغرضی نے دینِ فطرت کو پارہ پارہ کر دیا اور اپنی مرضی کے مطابق تاویلیں کر لیں۔ ہم داعتصموا بحبلِ اللہ کی تعلیم سے ہٹ گئے اور افتراق کا شکار ہو گئے۔ اَلَا بذکر اللہ تطمئن القلوب کی لذات سے دُور کا واسطہ نہ رہا۔ کاش ہم نے ان دونوں احکام کا اتباع کیا ہوتا۔

اگر ہم مندرجہ بالا دونوں آیات کو مجتمع کریں تو ماحصل یہ ہوگا۔ کہ قرآن کو مضبوطی سے تھام لو یعنی اس کے نفسِ مضمون اور مطالب میں من مانی تبدیلیاں نہ کرو۔ اسے بار بار پڑھو۔ تمہارے قلوب کو از خود تسکین ملے گی۔ اور جب سکون ہوگا تو واعتصموا کے تقاضے پُورے ہوتے نظر آئیں گے۔

قرآن کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ خُود اس زیور کو پہنو اور پھر دوسروں کو اس زیور سے آراستہ کرو۔ اپنے ماحول میں خوشبو کی طرح پھیل جاؤ اور اس تعلیم کو اپنے گھروں سے جاری و ساری کر کے اسے چار دانگ عالم میں پہنچاؤ۔ یہ آپ پر قرض ہے۔ کوئی بچہ۔ عورت۔ مرد بوڑھا ہو یا جوان اس جہاد سے پیچھے نہ ہٹے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

ماہنامہ "انصاراللہ" کی شرح چندہ میں اضافہ

منجانب مکرم صدر صاحب مجلس مرکزیہ ربوہ

مرکز کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ ماہنامہ "انصاراللہ" اپنے مضامین کی بہتری کے علاوہ اپنی ظاہری شکل و صورت یعنی کتابت، طباعت اور کاغذ کے لحاظ سے بھی اپنے اعلیٰ معیار پر قائم ہے۔ پہلے اس کی طباعت لیتھو پر ہوتی تھی جسے دو تین سال قبل ختم کر کے اس کی طباعت ونڈائیک پر کروا دی گئی۔ جس کی وجہ سے اخراجات میں یک لخت اضافہ ہوگیا مگر اس وقت مجلس نے اس کی شرح چندہ میں اضافہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔

طباعت کی تبدیلی نیز ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے اخراجات کی یہ کیفیت ہو گئی ہے کہ فی رسالہ اخراجات اصل آمد سے بہت بڑھ گئے ہیں۔ لہٰذا فیصلہ کیا گیا ہے کہ ماہنامہ انصاراللہ کی شرح چندہ یکم وفا/جولائی ۱۳۶۲ھش/۱۹۸۳ء سے پندرہ روپے کی بجائے بتیس ۲۰/- روپے کر دی جائے۔ احباب سے تعاون کی درخواست ہے۔

جو دوست یکم جولائی ۱۹۸۳ء سے قبل ماہنامہ انصاراللہ کی خریداری قبول فرمائیں گے۔ ان سے حسب سابق سالانہ چندہ صرف پندرہ روپے وصول کیا جائے گا۔

بچوں کا صفحہ

آج کا کام کل پر نہ چھوڑو

آؤ بچو! تمہیں ایک واقعہ سنائیں ۔ ۹ ہجری کا واقعہ ہے ہمارے پیارے آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو مدینہ میں خبر ملی کہ شام کی جانب قیصر کی حکومت ایک بڑا لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے جمع کر رہی ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس فتنہ کے دُور کرنے کے لئے مسلمانوں کو تیاری کا حکم فرمایا ۔ یہ دن سخت گرمی اور فصل کی کٹائی کے تھے ۔ چنانچہ مسلمان تیاری میں لگ گئے ۔ لشکر کی تیاری کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ میں تحریک فرمائی ۔ اچھی حیثیت والے صحابہ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں ۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عباسؓ اور طلحہؓ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں ۔ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنا سارا مال حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا ۔ قصہ مختصر لشکر تیار ہوا اور تبوک کی جانب روانہ ہوگیا ۔ کچھ صحابہ وقت پر تیاری نہ کر سکے ، اس لئے وہ لشکر میں شامل ہونے سے رہ گئے ۔ اِن رہ جانے والوں میں سے ایک کا نام کعبؓ تھا ۔ ان کے باپ کا نام مالک تھا ۔ یہ صاحبِ حیثیت تھے ۔ جب لوگ سفر کی تیاری کے لئے ضروری اشیاء اکٹھی کر رہے تھے ۔ یہ کہتے ۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا ہے ۔ تیاری کر لوں گا ۔ مجھے کیا فکر ہے ۔ اس طرح دن پر دن گذرتے گئے ۔ اب انہوں نے کچھ اس طرح سوچنا شروع کیا کہ آخری دن تیاری کر لیں گے ۔ آخر وہ دن آگیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تبوک کو روانہ ہوگئے ۔ اور یہ پھر بھی خیال کرتے کہ اُن کو مل جائیں گے ۔ اور بازار تیاری کی نیت سے جاتے اور بیٹھ کر آجاتے ۔ بچو! اسی طرح نہ پڑھنے والے طالب علم کرتے ہیں نا! کہ پڑھ لیں گے ابھی امتحان میں کافی دن ہیں ۔ آخر میں راتوں کو جاگ کر پڑھ لیں گے حتّٰی کہ امتحان سر پر آجاتا ہے اور پڑھنے والے طالب علم امتحان کا سُن کر ہی پڑھائی میں جُت جاتے ہیں ۔ اب ہوا یوں کہ لشکر کی واپسی کی خبر آنا شروع ہوئی اور وہ دن بھی آگیا جب لشکر مدینہ آگیا ۔ اب جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے ۔ وہ آکر اپنے اپنے عذر بیان کرنے لگے ۔ کعبؓ بھی اپنے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور سچ سچ کہہ دیا ۔ حضور میرا کوئی عذر نہیں ۔ مجھ سے غفلت ہوئی ۔ حضور نے عذر کرنے والوں کے عذر قبول فرمائے ۔ اور کعبؓ اور انکے دو ساتھیوں کو فرمایا تم انتظار کرو تمہارے بارہ میں ہم فیصلہ کریں گے اور پھر فیصلہ ہوا کہ ان تین آدمیوں کے مقاطعہ کا اعلان ہوا ۔ کہ ان سے کوئی نہ بولے حتّٰی کہ ان کے عزیز و اقارب اور اولاد بھی ۔ اب ان پر تو مصیبت ٹوٹ پڑی ۔ لیکن کعب باقاعدہ مسجد آتے ۔ نماز پڑھتے ۔ السلام علیکم کہتے اور دیکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہونٹ ہلے ہیں یا نہیں ؟ یعنی حضور نے جواب دیا کہ نہیں ۔ کعبؓ خود کہتے ہیں کہ میری حالت یہ تھی کہ خدا کی وسیع زمین میرے لئے تنگ ہوگئی تھی ۔ کئی دفعہ جی میں آتا کہ پہاڑ پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرا کر مر جاؤں ۔ لیکن پھر رُک جاتا ۔ پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے اُن کی بے چینی آہ و زاری کو سُنا ۔ اُن کی سزا معاف ہوگئی ۔ بچو! اس واقعہ پر غور کرو ۔ حضرت کعبؓ کو یہ مصیبت اس لئے جھیلنی پڑی کہ وہ آج کا کام کل پہ ٹالتے رہے ۔ کہ چلو خیر کل تیاری کر لیں گے ۔ کل آتا تو کہتے کل تیاری کر لیں گے ۔ جو کام آج کرنا چاہیئے تھا وہ کل پہ ٹالتے رہے ۔

پس پیارے بچو! احمدی بچوں کو کام وقت پہ کرنا چاہیئے ۔ کام کو ٹالتے نہ رہو ۔ روز کا کام روز کرو ۔ وقت کی پابندی کرو ۔ وقت کو ضائع نہ کرو ۔ کبھی اُدھر بیٹھ گئے ۔ کبھی ادھر کھڑے ہوگئے ۔ کبھی گپیں ہانکنے لگ گئے ۔ کبھی بیکار باتیں کرتے رہے ۔ ایسا نہ کرو ۔

انصار اللہ کا عہد

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؀

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیّت کی مضبوطی اور اشاعت
اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک
جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش
کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت
سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔" انشاء اللہ

ہمارا مذہب ہمارا عقیدہ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :-

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیّین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب۔ اب کوئی کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، کر کے دکھایا۔ اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ جو اس کو چھوڑے گا۔ وہ جہنّم میں جائے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے "